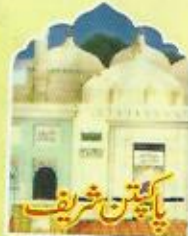
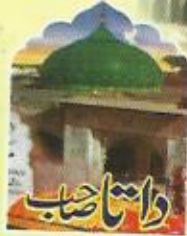


یارِ اُمّتِ اللعالمین
صلی اللہ علیہ وسلم

لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ

یارِ اُمّتِ اللعالمین
صلی اللہ علیہ وسلم



مع حصہ ۲ گشن ہی گشن

مؤلف: الحاج حافظ محمد یونس ضیاء القادری

منجانب: انجمن ضیاء مصطفیٰ ﷺ چک 58 گ ب جزانوالہ ضلع فیصل آباد



الْجَهَن کی سُلْجَهَن

مولف

مولانا حافظ محمد یونس ضیاء القادری

فون: 0302-3443655

خطیب

سنی رضوی جامع مسجد چک نمبر 58 گ ب (شاکوٹ کڑیاں روڈ)
تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد

نام کتاب

الجھن کی سلجھن

نام مولف

مولانا حافظ محمد یونس ضیاء القادری

ایڈیشن

بار اول 1999ء

کمپوزنگ

پروفیسر خادم حسین خادم (0302-6076619)

الرضا سائنس اکیڈمی 58 گ ب

پرنسپل ڈاکٹر محمد رمضان (0300-6535458)

دی آکسفورڈ گراؤنڈ سکول اینڈ سائنس اکیڈمی 58 گ ب

ناظم

مقبول احمد (0307-6084099)

پرنٹنگ

علی پرنٹرز جزا نوالہ

رشید احمد (0301-7132370)

ہدیہ

400 روپے

تقریظ (اول)

پیر طریقت رہبر شریعت استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث والنفسیر

مولانا علامہ محمد الیاس صاحب ہزاروی دامت فیوضہم العالیہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین
عہد حاضر تمدنی ارتقاء کا زمانہ ہے انسانی اذہان اور عملی صلاحیتیں کھل کر میدان میں
آگئے ہیں فطرت کے اسرار نہفتہ پر خاکی نژادوں کا دست پس روز بروز اس تیزی سے
بڑھتا جا رہا ہے کہ کم علموں اور کوتاہ بینوں کی نگاہیں خیرہ ہو رہی ہیں جن کو واکر کرنے کے لیے
اللہ تعالیٰ ذی علم لوگوں سے دین کا کام لے لیتا ہے۔ جیسا کہ زیر نظر کتاب میں حضرت
علامہ محمد یونس صاحب نے حقیقت اسلام کو بڑی محنت شاقہ کے ساتھ ترتیب فرما کر عوام
الناس کے لیے نجات و فلاح کا راستہ واضح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انکی اس خدمت دین کو قبول
فرما کر اجر دارین عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

دعا گو

محمد الیاس ہزاروی

تقریظ (دوم)

حضرت علامہ مفتی مولانا ابوالفیض محمد سردار علی نقشبندی دامت فیوہم العالیہ تحصیل گوجرہ حامداً ومصلياً مسنداً۔ دورِ حاضر میں مختلف ذہنوں میں ابھرنے والے جن سوالات کے جوابات ”البحن کی بحن“ جس انداز میں دیئے گئے ہیں۔ اور حصہ دوم ”گلشن ہی گلشن“ میں اہل سنت و جماعت مسلک بریلوی کی خصوصیات احادیث کی روش سے وضاحت پیش کی گئی ہے۔ یہ واقعی فاضل مصنف کی گرانقدر دینی خدمات ہیں۔ کتاب ہذا کا مطالعہ قارئین کے لیے انشاء اللہ العزیز انتہائی مفید ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور انکے لیے باعثِ علو درجات بنائے۔ آمین

بجاہ النبی الکریم علیہ وآلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

ابوالفیض محمد سردار علی نقشبندی

تقریظ (سوم)

حضرت علامہ فاضل جلیل مولانا پیر سید سجاد حیدر قادری دامت برکاتہم العالیہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی من کان نبیا و آدم بین الماء و
الطین و آلہ واصحابہ اجمعین ہ

اما بعد

کتاب مستطاب البحرین کی بحن جسکے سوالات گستاخانِ رسول کے لیے بالخصوص لایخمل سوالات ہیں۔ البتہ ان سوالات کی تشریح اور گلشن ہی گلشن حصہ دوم کی وضاحت سیر حاصل انداز میں خود علامہ حافظ محمد یونس ضیاء القادری صاحب نے ہی فرمادی ہے اور اہل سنت کے سادہ عوام کو گمراہ کرنے والوں کا کامل طور پر انسداد کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک وسلم کی طفیل موصوف پر ظاہری و باطنی رحمتیں نازل فرمائے۔ مسلک اہل سنت کی خدمت کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

دعا گوئے و دعا جوئے

حافظ سید سجاد حیدر قادری

کٹھوڑ من مضافات گوجرہ

تعارف مصنف

نام ابو القاسم حافظ محمد یونس ضیاء القادری۔ آغاز تعلیم 1961ء سن فراغت 1970ء۔

دورہ حدیث کی تعلیم اور سند فراغت جامعہ رضویہ مظہر اسلام گلشن شیخ الحدیث

رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت علامہ شیخ الحدیث غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔

دورہ حدیث کے اسی سال فارغ ہونے والے ہم جماعت چند مشہور علماء:

۱۔ مناظر اسلام حضرت علامہ صاحبزادہ عبدالنواب اتھری دامت برکاتہم العالیہ

۲۔ حضرت علامہ مولانا محمد اشرف صاحب دامت فیوضہم القدسیہ

۳۔ حضرت علامہ مفتی عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ سمندری والے

جن اساتذہ سے اکثر تعلیم حاصل کی

۱۔ حضرت علامہ قبلہ شیخ الحدیث والنفسیر ابوالفتح محمد نصر اللہ خاں غزنوی دامت فیوضہم العالیہ

۲۔ حضرت علامہ قبلہ شیخ الحدیث والنفسیر ابوالمصباح مولانا محمد الیاس ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ

حفظ قرآن پاک کی تعلیمی سعادت جامعہ غوثیہ رضویہ مصباح العلوم میں

1969ء حضرت علامہ حافظ حبیب اللہ صاحب راہی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ دینی

تعلیمات و خدمات تحفیظ و تدریس و خطابت و امامت از 1974ء تا اشاعت البصن کی

سلجھن چک نمبر 58 گ ب (کریال شاہ کوٹ روڈ) تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں

بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔

فہرست مضامین

نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
نمبر	نمبر	نمبر	نمبر	نمبر	نمبر
1	سبب تالیف	1	21	تشریح سوال نمبر 16	38
2	پیش لفظ	5	22	تشریح سوال نمبر 17	38
3	ایکس سوالات چیلنج	8	23	مزارات اولیاء اور ہم	40
4	بسم اللہ کے لفظی ترجمہ کو چیلنج	12	24	مساجد اور تبلیغی جماعتیں	42
5	لفظ نعرہ تکبیر کا وجود	13	25	بسیار خوری اور نسبت مصطفیٰ	44
6	مسجد میں محراب یا مینار بنانے کا وجود	13	26	کوئی تبلیغی جماعت میں شمولیت کرنی چاہیے	49
7	نسل بھینس کا وجود	13	27	تشریح سوال نمبر 18	50
8	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ کا وجود	15	28	تشریح سوال نمبر 19	51
9	قرآن پاک کے اعراب اور سورتوں و	17	29	تشریح سوال نمبر 20	52
	پاروں کی تقسیم کا وجود	30	30	تشریح سوال نمبر 21	54
10	صحاح ستہ اور اسماء الرجال کے وجود کا ثبوت	17	31	ایکس (21) معلوماتی سوالات	57
11	رفع یدیں کا حدیث میں کوئی حکم؟	19	32	تشریح معلوماتی سوال نمبر 1	59
12	میلا مصطفیٰ کی تاریخ بارہ ربیع الاول یا؟	22	33	ایمان افروز قرآنی کتب	64
13	اللہ تعالیٰ کے لیے الفاظ حاضر و ناظر	24	34	تشریح معلوماتی سوال نمبر 2	65
14	نبی پاک ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر	25	35	تشریح معلوماتی سوال نمبر 3	68
	اٹھنے والے اعتراض کا جواب	36	36	تشریح معلوماتی سوال نمبر 4	74
15	آخر رکعت تراویح کا وجود	29	37	تشریح معلوماتی سوال نمبر 5	77
16	تشریح سوال نمبر 12	30	38	تشریح معلوماتی سوال نمبر 6	79
17	تشریح سوال نمبر 13	33	39	ایک غلطی کا ازالہ	79
18	قوت ادراک	33	40	بشر فور ہو سکتا ہے	79
19	تشریح سوال نمبر 14	35	41	تشریح معلوماتی سوال نمبر 7	83
20	تشریح سوال نمبر 15	36	42	نبی اور اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے میں	84
				بنیادی فرق	

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
43	تشریح معلوماتی سوال نمبر 8	86	64	غزوہ تبوک و بنائے مسجد ضرار	142
44	تشریح معلوماتی سوال نمبر 9 (باغ فدک)	91	65	کتاب لہاب	145
45	گستاخ صحابہ کا ایک اعتراض	93			
46	تشریح معلوماتی سوال نمبر 10	96			
47	تشریح معلوماتی سوال نمبر 11	102			
48	تشریح معلوماتی سوال نمبر 12	104			
49	تشریح معلوماتی سوال نمبر 13	105			
50	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مشاہدہ	109			
51	محمد بن عبدالوہاب نجدی کے لخت جگر کا فتویٰ	109			
52	میلا و مصطفیٰ اور توحیدی خزانے	112			
53	تشریح معلوماتی سوال نمبر 15	112			
54	انبیاء و اولیاء کا باخبر و با اختیار ہونا	113			
55	ضروری تنبیہ	122			
56	دور حاضر کا مسلک الحمدیث اور دو ہر معیار	123			
57	تشریح معلوماتی سوال نمبر 16	126			
58	تشریح معلوماتی سوال نمبر 17	128			
59	تشریح معلوماتی سوال نمبر 18	132			
60	تشریح معلوماتی سوال نمبر 19	134			
61	پردہ اور قرآن شریف	134			
62	تشریح معلوماتی سوال نمبر 20	138			
63	تشریح معلوماتی سوال نمبر 21	139			

سبب تالیف

الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا يُؤَافِي نِعْمَتَهُ وَيَكْفِي مَزِيدَهُ وَحَمْدًا كَمَا
حَمَدَ نَفْسُهُ جَلَّ جَلَالُهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ
مَوْلَانَا وَرَبِّهِ وَفِنَا وَرَحِيْمِنَا وَمَلِيْكِنَا مُحَمَّدٍ وَعَظْرَمَعْنَدَهُ
الْشَّمِيْمِ وَنُوْرٍ مَّرْقَدَهُ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَازْوَاجِهِ
اٰجْمَعِيْنَ ۝

امّا بعد = عہد حاضر میں ہوش ربا فرقہ پرستی نے اس قدر طوفان مچا کر رکھا ہے کہ سادہ
روح کم علم مسلمان حیران ہیں۔ کہ وہ اسلامی تقاضوں اور عشق رسول سے مزین اپنے
ایمان کو ہمیشہ محفوظ کیسے رکھیں ہر نام نہاد مسلمان صرف قرآن وحدیث کا مصنوعی جھنڈا
اٹھائے رنگ برنگی وارداتوں کا عادی مجرم بن چکا ہے۔
آغاز تخلیق سے لیکر تاقیامت تین قوتیں معرض وجود میں ہمیشہ سے رہی ہیں۔

۱۔ کفر ۲۔ ایمان ۳۔ نفاق

اس اُمّة مُحمّدیّة علیٰ صاحبہا الف الف تحیّة میں فرقہ واریت کی
یہاں زیادہ تر منافقت کے شعبوں سے منسلک ہے۔ اور یہی منافقت کفر اور شرک سے زیادہ
خطرناک اور نقصان دہ ہے۔

مسلمان ہونے کے بعد تمام ظاہری اعمال (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، فعل خیرات) پر پوری
کوشش سے کمر بستہ ہونے کے ساتھ ساتھ محبوب خدا شہنشاہ ہر دوسرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بغض اور عداوت رکھنے کا بھی نام منافقت ہے۔ دور حاضر میں
ایسے لوگ کافی تعداد میں موجود ہیں جو جھنڈا تو اسلام کا لہراتے ہیں۔ لیکن جب کبھی کہیں

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف سنی یا دیکھی تو دل گرفتہ ہو کر یوں افسردہ ہو جاتے ہیں۔ کہ جیسے عنقریب اُن پر موت واقع ہو جائیگی۔ ایسے لوگ امور اسلام کو چونکہ صرف قرآن و حدیث تک محدود رکھ کر مسلمان کو کافر اور مشرک اور بدعتی قرار دے چکے ہیں اس لئے اس رسالے میں بطور الزام ایسے سولات قائم کیے گئے ہیں۔ جن پر غور کرنے سے بخوبی پتہ چل رہا ہے کہ قرآن و حدیث کے بعد مجتہدینِ محققین و بزرگانِ دین کی خُداداد صلاحیتیں اور فیصلے اسلام کا تیسرا بنیادی اصول دین ماننے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ جو کہ اہلسنت و جماعت کے اہل صحیح عقیدے کا طرہ امتیاز ہے۔ اور یہ رسالہ **إِنْشَاءُ اللَّهِ الْعَزِيزُ ثُمَّ إِنْشَاءُ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ** (إِنْشَاءُ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ سے مراد نبی کی مرضی۔ خدا کی مرضی کے ساتھ نبی کی مرضی کو منسلک کرنا مستند حدیث پاک کی تعلیم ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ فُلَانٌ وَلَكِنْ قُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ مَا شَاءَ فُلَانٌ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُودَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

ترجمہ:- کہ نبی پاک صلی اللہ وآلہ وسلم نے فرمایا یوں نہ کہو کہ جو اللہ اور فلاں چاہے گا (بلکہ یوں کہو جو اللہ چاہے پھر جو فلاں چاہے) عاشقانِ رسول کے لئے گستاخانِ رسول سے اپنا صحیح عقیدہ محفوظ رکھنے میں کافی مدد و معاون ثابت ہوگا۔ ویسے اجمالاً بھی یہ بات سمجھنا کوئی مشکل نہیں کہ آغازِ بعثت سے لے کر سو فیصد صحیح عقائد و افکار پر مبنی جماعت ہے تو صرف اور صرف اہل سنت و جماعت ہی ہے۔ باقی تمام فرقے اسی جماعت سے نکل کر اپنے جھنڈے الگ الگ اٹھائے اسلام کی بیخ کنی کرنے میں

مصروف ہیں۔ جس کو اسلام کی بنیادی حقیقت کی فضا موافق نہ آئی وہ اسی جماعت سے نکل کر الگ فرقہ تیار کر کے ہیکر گمراہی ہونے کا پورا پورا ثبوت فراہم کرنے لگا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں منافقوں کو لفافہ اور مشرکین سے زیادہ خطرناک قرار دیا گیا تو کیوں؟ اس لیے کہ اُن منافقوں نے امام الانبیاء کے پاک ہاتھوں میں ہاتھ دیکر کلمہ پڑھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، حج و زکوٰۃ و عشر ادا کئے۔ لیکن ان تمام ظاہری اعمال کو بھرپور کوشش سے ادا کرنے کے باوجود مقامِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کو دل سے نہ مانا۔ اس لیے قرآن پاک نے اُن کو ایسا کافر قرار دیا کہ ابو جہل، عتبہ، ابولہب، اخنس بن شریک جیسے کافروں سے بدترین ٹھہرے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ (پارہ-۱۱)

ترجمہ:- اپنے اقرار کی تصدیق کے لیے منافق اللہ تعالیٰ کی قسمیں اٹھاتے تھے حالانکہ وہ اسلام لانے کے بعد کفر کا کلمہ کہہ کر کافر ہو چکے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَجَةِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَهُمْ نَصِيرًا۔

ترجمہ:- بیشک منافق لوگ جہنم کے شدید ترین عقوبت خانوں میں ہوں گے اور آپ کو ہرگز اُن کا کوئی مدد و ناصر نظر نہیں آئے گا۔

اس کی وجہ صرف اور صرف یہی تھی کہ ان کے دلوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت تھی اور وہ ایسے بغض اور کینہ کا شکار ہونے کی وجہ سے جہنم کا ایندھن ٹھہرے۔

اللہ تعالیٰ اسلام سے دُور نام نہاد مسلمانوں کو اپنا عقیدہ صحیح کرنے کے بعد اسلام کے قریب

ترہونے اور مکمل نیک عمل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے دلوں کو عشق رسول ﷺ سے مالا مال فرمائے۔

اسی عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینوں میں گرمانے کے لیے اور حقانیت پر مبنی جماعت بریلوی مسلک میں ہر مسلمان کو شمولیت کرنے کا اشتیاق پیدا کرنے کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔ اور اس کتاب کو تین بڑے مضامین میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

۱۔ اکیس سوالات چیلنج ۲۔ اکیس معلوماتی مذہبی سوالات ۳۔ ایک صد سے زائد معقول مستند احادیث بمع اصل عبارات وحوالہ اور ممکنہ حد تک ترجمہ و تشریح۔

پیش لفظ

کیا قرآن وحدیث کے بعد بھی کوئی چیز اصول دین ہے؟ بیشک حضور سرور کائنات صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ ہی میں دین مکمل ہو چکا اور راہنما اصول امت کو عطا ہوئے۔ لیکن اسی قرآن وحدیث اور انہی عطا کردہ دینی راہنما اصولوں کی روشنی میں تاقیامت اجماع اُمت و اجتہاد دی امور کے فیصلے امت کو عطا کرنے کیلئے بزرگان دین مُحَقِّقین مُجْتَہِدین کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔

اہل اسلام کیلئے قرآن وحدیث دو بڑی علمی و ایمانی طاقتیں اس قدر مؤثر اور بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ جن کے بغیر مسلمانی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا لیکن ان دو عظیم نعمتوں سے مکمل استفادہ کیلئے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس تیسری علمی قوت کی نشاندہی فرمائی ہے۔ جس کے بغیر قرآن وحدیث سے مکمل فیض حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ہے اجماع اُمت اور درجہ اجتہاد یعنی محققین بزرگان دین کے فیصلے۔ اس بنیادی علمی اصلاحی عظیم قوت کی نشاندہی زمن رسالت میں کچھ اس انداز میں کی گئی ہے۔

والہی یٰمَن مَّقَرَّر کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم وہاں فیصلے کیسے کرو گے؟ عرض کیا میرے پاس قرآن پاک ہے۔ فرمایا اگر قرآن میں وہ بات نظر نہ آئی تو عرض کیا آپ کے اقوال مبارکہ احادیث مقدسہ کی روشنی میں فیصلے کیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر میری احادیث مبارکہ میں اُس تصفیہ طلب چیز کا فیصلہ نظر نہ آیا تو! عرض کیا میں اجتہاد کروں گا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ جس ذات نے اپنے رسول کے نائب کو صحیح

مقام عطا فرمایا۔ ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھی والہی مقرر کرتے وقت پیش آیا۔ ایک اور حدیث پاک میں اسی عظیم علمی قوت کی نشاندہی فرمائی گئی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ 'أَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ' 'أَيَّةٌ' 'مُحْكَمَةٌ' 'أَوْسَنَةٌ' 'قَائِمَةٌ' 'أَوْ فَرِيضَةٌ' 'عَادِلَةٌ' 'وَمَا كَانَ سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ'

(رواہ ابوداؤد وترمذی ص ۳۵)

(ج ۱ مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شرعی علوم تین ہیں ۱۔ قرآن ۲۔ حدیث ۳۔ فریضہ عادلہ (اجتہاد) ان تینوں کے علاوہ تمام امور غیر ضروری ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے ذکر کیا (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۵ جلد ۱)

تیسری قسم فریضہ عادلہ یعنی قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر ہر جدید دور کے جدید امور کے فیصلے۔ یوں سمجھ لیجئے ادوار سابقہ کے بزرگان دین کے فیصلوں کو سامنے رکھ کر ہر جدید دور کے علمائے حقہ کا کسی بھی شرعی معاملہ میں فیصلہ کرنا فریضہ عادلہ کے مفہوم کو شامل ہے۔ اسلامی شرعی علوم کے اسی تیسرے درجہ فریضہ عادلہ میں صحابہ کرام تابعین تبع تابعین فقہاء مجتہدین و ائمہ محدثین و مفسرین کی تصانیف پر مشتمل امور کے فیصلے ہیں۔ جب تک بزرگان دین کے فیصلوں کے مقابل سر تسلیم خم نہیں کیا جاتا۔ اور انہی بزرگان دین کو اپنے سے زیادہ قرآن

و سنت و فریضہ عادلہ کے ماہرین قائد تسلیم نہیں کیا جاتا اس وقت تک اسلامی شرعی زندگی گزارنا محال ہے۔ اور ان تین شرعی علوم کے علاوہ باقی غیر ضروری ہیں۔ لہذا قرآن اور حدیث اور بزرگان دین کے فیصلے تینوں چیزیں ہی اسلام، ایمان بلکہ ہر چیز کی روح رواں ہیں۔ البتہ مجتہدین محققین ملت نے چار اصول دین مقرر کیے ہیں۔ قرآن۔ سنت۔ اجماع۔ ائمت۔ قیاس۔ چونکہ فریضہ عادلہ دو چیزوں پر مشتمل ہے اجماع ائمت اور قیاس۔ اس حوالہ سے مجتہدین نے چار اصول دین مقرر کیے ہیں۔

لہذا دور حاضر میں اسلام کے دعوے دار موجود فرقوں میں جن کے نزدیک اصول دین صرف دو ہیں۔ قرآن اور حدیث (سنت مصطفیٰ)۔ ان سے انصاف کا مطالبہ ہے کہ آئندہ قرآن و حدیث کیسے چیلنج امور یا تو قرآن اور حدیث سے دکھادیں یا وہ ان کیسے امور سے دست بردار ہو جائیں۔ اگر وہ ان آئندہ صفحات پر تحریر کردہ کیسے امور نہ چھوڑ سکیں اور نہ ہی قرآن و حدیث سے دکھا سکیں۔ تو خدا را فیصلہ کریں کہ دین اسلام کو پارہ پارہ کرنے والی کولی جماعت یا فرقہ ذمہ دار ہے۔ اور آئندہ کیسے امور کا نہ تو قرآن و حدیث سے وجود ثابت کر سکیں اور نہ ان کو چھوڑ سکیں تو کم از کم اس ائمت مرحومہ پر رحم کرتے ہوئے اپنے علاوہ ہر دوسرے مسلمان کو، کافر یا مشرک یا بدعتی کہنا یا لکھنا چھوڑ دیں۔

☆ اکیس سوالات چیلنج ☆

اسی سلسلے میں آئندہ صفحات پر تعمیری انداز میں مُندرجہ امور کے اکیس سوالات تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ سوالیہ امور بڑی شدت سے اسی بات کا احساس دلا رہے ہیں کہ صرف قرآن وحدیث سے تمام شرعی، علمی سرمایہ حاصل نہیں کیا جاسکتا جب تک بُزرگانِ دین کی بارگاہ سے فیض نہیں لیا جاتا۔

[اگلے صفحات پر درج اکیس سوالات میں سے کسی ایک سوال کا مثبت جواب تَحْتَ اللَّفْظِ قُرْآنَ وَحَدِيثِ نَبَوِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سے پیش کرنے والے کو پانچ صد روپے (500) انعام دیا جائے گا۔]

درج ذیل اکیس سوالات کے جوابات فقط قُرْآنَ وَحَدِيثِ نَبَوِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سے ملنا ناممکن ہے۔

- ۱۔ بِسْمِ اللَّهِ شَرِيف میں وہ کونسا لفظ ہے جس کا ترجمہ ابتدا یا شروع قرآنی تراجم میں لکھایا گیا جاتا ہے۔ اور وہ لفظ کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟
- ۲۔ لفظ نعرۃ تکبیر کیا قرآن وحدیث نبوی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سے ثابت ہے؟
- ۳۔ دائرہ اسلام میں مساجد کے اندر قبلہ رُخ دیوار میں محراب بنانا یا مسجد کے مینار بنانا کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟
- ۴۔ بھینس نسل کو کس نے حلال قرار دیا۔ کیا یہ قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟
- ۵۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے لئے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ کی تعلیم کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟ اور عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں درود و سلام لکھنا یا پڑھنا کیا قرآن وحدیث نبوی سے

ثابت ہے؟

۶۔ قرآن پاک کی ایک صد چودہ سورتوں کو تیس پاروں میں اور ہر پارہ کو رکوعوں میں تقسیم کرنا اور اعراب (زبر، زیر، پیش) لگانا کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟

۷۔ بخاری، مسلم وبقیہ صحاح ستہ ودیگر کُتب احادیث بشمول فنِ اسماء الرجال کا وجود کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟

۸۔ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رفع یدین کے متعلق کوئی وجوبی حکم کسی بھی ایسی صحیح، مرفوع، قولی حدیث سے ثابت ہو جس کے متن اور سند پر اصحاب اسماء الرجال کو کوئی اعتراض نہ ہو؟ اور کیا قرآن وصاحب قرآن کا ہر حکم اُمت کے لئے لازمی واجب العمل ہے؟

۹۔ کیا اسلامی سال کے تیسرے مہینے ربیع الاول شریف کی بارہ تاریخ کے علاوہ آٹھ یا نو یا کسی بھی تاریخ کا میلادِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کوئی ٹھوس حوالہ کسی مرفوع، قولی، صحیح حدیث سے ثابت ہے جس پر اصحاب فنِ اسماء الرجال میں سے کسی کو اعتراض نہ ہو؟

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے لیے الفاظ ”حاضر وناظر“ اکٹھے استعمال کرنا کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟

۱۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی عبادت رمضان وغیر رمضان مہینے میں گیارہ یا تیرہ رکعتوں میں سے آٹھ رکعتوں کا نام تراویح رکھنا کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟

۱۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصور یا خیال مبارک کو معاذ اللہ گدھے کے خیال یا زنا کے وسوسے سے زیادہ برا قرار دینا کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟

۱۳۔ دُور سے دیکھنا یا سُننا یا دُور سے آکر مُشکل کشائی کرنا یا فوت ہو جانے کے بعد دُنیاوی زندگی کی نسبت زیادہ باخبر اور زیادہ باختیار ہونا کیا صفاتِ خداوندی ہیں اگر ہیں تو کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہیں؟

۱۴۔ اسلام کے شرعی احکام کا دائرہ کار صرف قرآن وحدیث تک محدود رکھنے والی جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کا نام جو مأمور مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اور اَمْرٍ مُّتَّفَقٍ صَحَابہ کرام ہو کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے

۱۵۔ نجد و اہل نجد کے لیے کیا نبی پاک ﷺ نے دُعا مانگی؟

۱۶۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ (ضب) کا گوشت خود کھایا کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟

۱۷۔ سر پر بستر اٹھا کر قریہ بقریہ ترتیب وار تبلیغی چلے کا ثنا یا کسی خاص وضع قطع سے تنظیمی شخص قائم رکھنا اور اس طریق کار کو جہاد اکبر کہنا کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟

۱۸۔ قرآن وحدیث تک شرعی احکام کا دائرہ کار محدود رکھنے والے فرقوں میں سے کوئی فرد قرآن وحدیث نبوی سے خود کو کیا صحیح النّسب ثابت کر سکتا ہے؟

۱۹۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے کبھی بد بو آئی ہو یا قضاے

حاجت سے فراغت کے بعد آپ کے جسم مبارک سے بد بو دار غلاظت خارج ہوئی ہو یا کسی نے دیکھی ہو کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟

۲۰۔ اسلامی مذہبی امامت خطابت یا تدریس کے امور انجام دینے پر مقررہ تاریخ پر تنخواہ لینا یا عیدین پر معقول رقم وصول کرنا یا ششماہی و سالانہ غلہ کی وصولی کرنا یا قرآن وحدیث تک شرعی دائرہ کار محدود رکھنے والے کسی مولوی کی کسی مذہبی اسٹیج یا جلسہ گاہ میں آمد پر پھول پھنسا کرنا یا بالخصوص مولوی صاحب کا نام لیکر زندہ باد کے نعرے لگانا اور لگوانا، یا الاؤڈ سپیکر میں اسلامی تبلیغی وعظ و نصیحت کرنا یا الاؤڈ سپیکر میں خطبہ جمعہ و اذان ثانی جمعہ و خطبہ عیدین سنانا یا فوت شدگان مسلمانوں کے جنازہ کے پڑھنے کے لئے مخصوص الگ جنازہ گاہ کمرہ یا بلڈنگ بنانا اور اُس میں جنازہ پڑھنا، کیا قرآن وحدیث نبوی سے کہیں بھی ثابت ہے؟

۲۱۔ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی صحیح، مرفوع، قولی ایسی حدیث ثابت ہے؟ جس میں یہ سارے الفاظ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ عَلَىٰ وَلِيِّيَ) اللّٰهُ وَصِيُّ رَّسُولِ اللّٰهِ وَ خَلِيفَتُهُ بِأَقْصَلٍ) بطور ائمہ ترتیب وار موجود ہوں۔

﴿تشریح انعامی سوالات﴾

سوال نمبر 1۔ بسم اللہ شریف میں وہ کونسا لفظ ہے جس کا ترجمہ ”ابتدا یا شروع“ لکھایا پڑھا جاتا ہے؟

تشریح:۔ بسم اللہ شریف میں ایسا کوئی لفظ مذکور نہیں اور نہ قرآن وحدیث میں ایسا کوئی لفظ منقول ہے۔ جس کا ترجمہ آغاز یا ابتداء یا شروع کیا جاتا ہے۔ البتہ بزرگان دین کے فیصلوں اور تفسیری ترجمے کے مطابق لفظ بسم اللہ سے پہلے اَبْدًا لفظ مخفف ومقدّر لگایا جاتا ہے۔ اَبْدًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جیسا کہ تفسیری ترجمے کے تحت معروف مفسر قرآن علی بن محمد بغدادی المعروف بالخازن (متوفی ۷۳۵ھ) اپنی تفسیر خازن میں فرماتے ہیں تَقْدِیْرُهُ اَبْدًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (تفسیر خازن ص ۱۲ عربی مطبوعہ مصر)۔ تفسیر مدارک التنزیل میں عظیم بزرگ مفسر قرآن احمد بن محمود سیوطی بھی یوں ہی رقم طراز ہیں

اور تفسیر روح المعانی عربی میں بھی اسی طرح موجود ہے۔ اور بہت سے محققین بزرگوں نے یہی لفظ اَبْدًا یا اَقْرَءُ بِسْمِ اللّٰهِ لفظ سے پہلے محذوف اور پوشیدہ مانا ہے۔ تب صحیح اور معقول ترجمہ یوں پڑھا جائے گا۔ اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ ورنہ بسم اللہ کا لفظی ترجمہ۔ ساتھ نام اللہ رحمن ورحیم کے بنتا ہے۔ جب تک تیسرے درجے پر بزرگوں سے فیض نہیں لیا جائے گا بات نہیں بنے گی۔

سوال نمبر ۲۔ لفظ نعرہ تکبیر کہنا کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟
قرآن:۔ اللہ اکبر لفظ جلالت تو قرآن وحدیث سے ثابت ہے لیکن لفظ نعرہ تکبیر قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔

سوال نمبر ۳۔ دائرہ اسلام میں مساجد کے اندر قبلہ رخ دیوار میں محراب بنانا یا مسجد کے مینار بنانا کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟

قرآن:۔ اسلام کے اندر مسجد کے محراب یا مینار بنانا قرآن وحدیث نبوی سے کہیں بھی ثابت نہیں۔

سوال نمبر ۴۔ بھینس نسل کو کس نے حلال کیا، کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟
قرآن:۔ قرآن وحدیث کے اندر کہیں بھی بھینس جنس کا وجود نہیں

﴿لُبُّ لُبَابِ سَابِقَةِ سَوَالَاتِ﴾

قرآن وحدیث تک شرعی احکام کا دائرہ کار محدود رکھنے والی تمام جماعتوں کو یہ انصاف کرنا چاہیے۔ کہ یا تو بسم اللہ کا وہ لفظ جس کا ترجمہ شروع یا آغاز کیا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں دکھائیں یا ایسا ترجمہ لکھنا، پڑھنا، سیکھنا علی الاعلان چھوڑ کر صرف لفظی ترجمہ چھوڑائیں وہ یہ ہے ”ساتھ نام اللہ رحمن ورحیم کے“۔ اور تمام جلسوں، محفلوں، اجتماعوں اور مذہبی اجتماعات میں لفظ نعرہ تکبیر کہنا چھوڑ دیں صرف اللہ اکبر کہیں یا قرآن وحدیث میں لفظ نعرہ تکبیر دکھادیں۔ تمام مینار اور سارے محراب اپنی مساجد میں نہ لٹکا کر پھینک دیں یا قرآن وحدیث نبوی سے دکھادیں۔ بھینس اور اُس کی نسل یا قرآن وحدیث سے دکھادیں کہ اس جنس کو کس نے حلال قرار دیا یا اپنی تمام بھینس نسل اُن کے پر د کریں جو قرآن وحدیث کے بعد تیسرا قانون بزرگان دین کے فیصلے مانتے ہیں۔

حَلَّتْ وحرمت شرعیہ حقیقی طور پر اللہ اور رسول سے منسلک ہے۔ لیکن قرآن و حدیث میں غیر مذکور اشیاء کو قرآن و حدیث کے ضابطے کے مطابق حلال یا حرام قرار دینا بزرگان دین مجتہدین کی طرف مجازی نسبت ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے۔

أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتَ الْمَكْتُوبَاتِ وَصُمْتَ رَمَضَانَ وَاحْلَلْتَ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتَ الْحَرَامَ۔

ترجمہ۔ جب تو نے فرائض پنجگانہ نماز ادا کی اور رمضان المبارک کے مہینے کے روزے رکھے اور حلال چیزوں کو تو نے حلال کیا اور حرام چیزوں کو تو نے حرام کیا۔ نیز دوسری حدیث پاک میں امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

فَاحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ،

ترجمہ۔ تو حلال چیزوں کو حلال کرو اور حرام چیزوں کو حرام کرو۔ ایسے ہی بھینس کی حلت بھی جائے گی۔ کہ محققین، مجتہدین و بزرگان دین کی طرف سے کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کی نسبت مجازی سمجھی جائے گی جس کی بیشمار مثالیں قرآن پاک ہی سے اپنے مقام پر پیش کی جاسکتی ہیں۔

سوال نمبر ۵۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے لئے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ کی تعلیم کیا قرآن و حدیث نبوی سے ثابت ہے؟

تقریباً احادیث مقدسہ کی کتابوں میں مذکور درود ابراہیمی اور کئی متبادل الفاظ کی تعلیم درود ابراہیمی سے ملتے جلتے الفاظ والے درود و سلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیے گئے ہیں۔ لیکن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الفاظ کی نبی پاک نے تعلیم نہیں دی۔ اور عربی زبان میں منقول درود و سلام کے علاوہ کسی دوسری زبان میں درود و سلام پڑھنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ لہذا قرآن و حدیث کے دائرہ کار سے باہر معرض وجود میں آنے والی چیز کو ممنوع اور حرام قرار دینے والے آدمی کے لئے کسی بھی موقع پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی لیکر بعد میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھنا انصاف اور دیانت داری کے خلاف ہے۔ اُسے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ تحریری انداز ہو یا تقریری! پورا درود ابراہیمی لکھ پڑھ کر آگے چلنا چاہیے۔ اردو یا فارسی یا کسی بھی غیر عربی زبان میں درود و سلام بھیجنے کا ایسے لوگوں کو کوئی حق نہیں ہے کہ لکھیں ”ہزاروں درود“ یا ”ہزاروں سلام“ یا ”لاکھوں کروڑوں بیحد و حصر درود و سلام“ بلکہ انہیں چاہیے کہ صرف درود ابراہیمی پڑھ لیں اور پڑھیں پھر آگے چلیں۔ اور اپنی تمام تصنیف کردہ کتابوں اور رسالوں سے عربی زبان کے درود و سلام نکال کر پورا درود ابراہیمی چھپوائیں اور دوران تقریر و وعظ اہل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورا درود ابراہیمی پڑھیں پھر سلسلہ تقریر شروع کریں۔

دارگوں کا جاری کردہ طریقہ غیر عربی زبان میں درود و سلام پڑھنا اور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہزارگوں کا دیا ہوا درود ہے۔ محبت و عشق رسول رکھنے والے سنی لوگوں کے لیے دارگوں کے انتہائی فیصلے یعنی اسلام کے تیسرے قانون کے مطابق یہ درود چھوڑنا نہایت

مشکل ہے الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ - وَعَلَىٰ آلِكَ
وَأَصْحَابِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ - درود بھی انہی بزرگوں کا دیا ہوا ہے۔ یہ ناجائز اور
شرک کیوں اور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھنا اور غیر عربی زبان میں درود پڑھنا جائز
کیوں؟

خدا را اسلام میں فتنہ بازی اور فرقہ واریت نہ کی جائے تعمیری، مساوی سنہری اصولوں پر
عمل کیا جائے حالانکہ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ یہ الفاظ حدیث میں بھی موجود ہیں
بزرگوں نے شروع میں لفظ الصَّلٰوة کا اضافہ فرما دیا۔ اور ہر نماز کے اندر ہر قعدہ التحیات
میں حدیث کے یہ الفاظ - السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ - اس جملے اور الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ کا لفظی ترجمہ اور مفہوم بالکل ایک ہی ہے۔ یہی بزرگان دین
ہی تو ہیں۔ جنہوں نے ہمیں ہر قسم کی زندگی کے تعمیری اور معیاری اصول عطا فرمائے۔
انہی بزرگوں نے انبیاء و اولیاء کو پس مرگ بھی زندہ قرار دیا۔ انہی بزرگوں نے اللہ تعالیٰ
کے نبیوں میں غیب کی باتیں معلوم کرنے کے ادراک کو ہمیشہ جاری و ساری قرار دیا۔

البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہے انبیاء و اولیاء کی جاری و ساری قوت ادراک میں کسی
حکمت کی بنا پر ان کی توجہ میں تبدیلی یا وقفہ کر سکتا ہے۔ یہی بزرگ ہیں جنہوں نے بسم اللہ کا
تفسیری ترجمہ اور لفظ نعرہ تکبیر ایجاد کیا۔ مساجد کے اندر محراب اور مینار رائج کیئے۔ بھینس
نسل کو ہمیشہ کیلئے قرآن وحدیث کے ضابطہ کی روشنی میں حلال قرار دیکر اُمت پر احسان
کیا۔ یہی بزرگ ہیں جنہوں نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور الصَّلٰوة وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَعَلَىٰ آلِكَ وَأَصْحَابِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ جیسے ایمان افروز درود و سلام
اُمت کو عنایت کیئے۔

سال ہمارے ۶ قرآن پاک کی ایک سو چودہ سورتوں کو تیس پاروں میں اور ہر پارہ کو رکوعوں
میں تقسیم کرنا اعراب (زیر، زیر یا پیش) لگانا کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟
قرآن پاک کی ایک سو چودہ سورتوں کا ذکر قرآن وحدیث سے ملتا ہے لیکن ان سورتوں کو تیس
پاروں میں اور ہر پارے کو رکوعوں میں تقسیم کرنا اور قرآن پاک کے الفاظ پر حرکات
(زیر یا پیش) لگانا قرآن وحدیث نبوی میں کہیں بھی نہیں ملتا۔ یہ احسان بزرگان
اللہ نے ہم پر کیا ہے۔ لہذا قرآن وحدیث تک حد بندی کرنے والے اور قرآن وحدیث
سے باہر دوسری چیز کو بدعت، ناجائز اور حرام کہنے والے قرآن پاک کی سورتوں کو پاروں
اور رکوعوں میں تقسیم کرنا اور چھپوانا بند کر دیں۔ تاکہ وہ کم از کم اپنے مسلکی ضابطے میں سرخرو
اور اگلیں۔ اور اگر ایسے منکر لوگ یہ کہیں کہ ہم بھی بزرگوں کی باتوں اور فیصلوں کو مانتے ہیں۔
تو غور طلب بات یہ ہوگی کہ کن فیصلوں کو مانتے ہیں اور کیوں؟ اور کن فیصلوں سے فرار ہے
تو کیوں؟ اور اگر اپنی سمجھ کے مطابق بزرگوں کے کچھ فیصلے مانتے ہیں اور کچھ رد کرتے ہیں
تو کیوں اور کس شرعی اصول کے تحت؟

سوال نمبر ۷۔ بخاری ومسلم کتب صحاح ستہ ودیگر کتب احادیث بشمول فن اسماء الرجال کا
مذکور کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟

قرآن بخاری ومسلم وبقیہ صحاح ستہ ودیگر کتب احادیث کو جانچنے اور پرکھنے کا فن
"فن اسماء الرجال" (جس فن کے ذریعے حدیثوں کو ضعیف، مرفوع یا صحیح وغیرہ کہا جاتا
ہے) قرآن وحدیث میں ایسی کوئی بات بھی مذکور نہیں۔ اور کسی بھی حدیث کی کتاب کا ذکر
نام قرآن وحدیث میں درج نہیں۔ یعنی قرآن وحدیث کے علاوہ کسی بھی تیسری طاقت
کو ماننے والا اگر واقعی دیانت دار ایمان والا ہے۔ تو کسی بھی حدیث کو مرفوع یا صحیح یا

ضعیف وغیرہ کہنے کا حق نہیں رکھتا۔ ورنہ وہ اپنے مسلکی ضابطے کی بنا پر سخت مجرم ہی نہیں بلکہ ایمان دار ہی نہیں رہے گا۔ اور جہنمی بھی قطعی طور پر ہوگا۔ ایسے لوگوں نے اس حدیث کو بھی اپنے علاوہ دوسرے مسلمانوں کو مشرک بدعتی کہنے کیلئے قانون تیار کر رکھا ہے۔

كُلُّ مُخَذَّذَةٍ بِدْعَةٍ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَالَّةٌ "وَكُلُّ ضَالَّةٍ فِي النَّارِ" (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ہر نئی چیز بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کو لے جانے والی ہے۔ حالانکہ حدیث و قرآن کی ایک چیز لے لینا اور دوسری کو نظر انداز کرنا یہی گمراہی اور بے ایمانی ہے۔ مسلم شریف کی ہی دوسری حدیث پاک میں صاف وضاحت ہے۔ کہ ہر وہ نئی چیز بدعت ہے۔ جو اسلام کے امور سے مطابقت نہ رکھتی ہو اور جو نئی چیزیں اسلامی امور سے مطابقت رکھتی ہیں وہ بدعت نہیں ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (صحیح مسلم شریف ص ۲۷۷ ج ۲)

ترجمہ۔ صدیقہ بنت صدیق، حضرت عائشہ صدیقہ رضوان اللہ علیہما روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو ہمارے اس پروگرام (اسلام) میں ایسی نئی چیز داخل کرے گا جو اس اسلام سے مطابقت نہ رکھتی ہو وہ ناقابل قبول ہے۔ اس حدیث پاک میں خط کشیدہ لفظ **ما لیس منہ** نہایت قابل غور ہے اور اگر تیسرے قانون کو تسلیم کر لیا جائے تو حدیث کے میدان میں یہ خرابی واقع نہ ہوگی ورنہ کسی بھی حدیث کی کتاب کو تسلیم کرنا یا ایک کو دوسری حدیث کی کتاب پر فضیلت دینا سخت قابل سزا جرم ہوگا۔

سوال نمبر ۸۔ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رفع یدین کے متعلق امتی کو کوئی روایت ملے گی؟ اگر نہیں ملے گی تو صحیح، مرفوع، قولی حدیث نبوی سے ثابت ہے۔ جس کے متن اور سند پر اصحاب اسماء الرجال کو کوئی اعتراض نہ ہو؟

تشریح۔ احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ میں مذکور ہے۔ اور بہت سی صحیح احادیث میں رفع یدین رکوع سے پہلے اور بعد کے متعلق مذکور ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع سے پہلے اور بعد میں اور سجدے سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ لیکن کسی کو وجوبی حکم نہیں دیا کہ رفع یدین کرو۔ البتہ رفع یدین کو بعد میں منسوخ فرما دیا۔ جیسا کہ مسلم شریف و طحاوی و عمدۃ القاری و شمس بخاری میں رفع یدین کی منسوخی کا حکم ارشاد فرما دیا۔ لہذا رفع یدین کی منسوخی کی احادیث نہ ماننے والے رفع یدین کو شرعی طور پر ضروری قرار نہیں دے سکتے۔ اور ایسی حدیث جو رفع یدین سے متعلق ہو اور وہ صحیح، مرفوع، قولی ہونے کے ساتھ ساتھ اصحاب اسماء الرجال کو ایسی حدیث کے متن اور سند پر کوئی بھی اعتراض نہ ہو۔ تمام کتب احادیث میں کہیں بھی مذکور نہیں ہے کہ نماز میں رفع یدین کرو۔ کسی بھی نبی کا ہر فعل یا ہر طریقہ امتی کے لئے لازمی نہیں ہوا کرتا۔ بعض امور صرف نبی کے لئے ہی ضروری ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوپاکی بیویاں تھیں۔ لیکن امتی کو اپنے نکاح میں چار سے زائد بیویاں رکھنا حرام ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہجد فرض تھی اور امت پر فرض نہیں ہے۔ ایسے ہی اللہ اور رسول کا قرآن و حدیث میں ہر حکم لازمی نہیں ہوا کرتا۔ بعض حکم استنباطی بھی ہوتے ہیں بعض اختیاری ہوتے ہیں۔ بعض زبر و توہین کیلئے ہوتے ہیں۔ اور بعض حکم لازمی ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ نمونے قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ سرمثلاً۔ کفار اور منافقین سے

قیامت کے دن بطور ڈانٹ ڈپٹ کہا جائے گا۔

(پ ۲۷)

قِيلَ اَرْجِعُوْا وَّرَآءُكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا۔

ترجمہ: کہا جائے گا اے منافقو اور کافرو! واپس لوٹو (دنیا میں) اور نور تلاش کر کے لاؤ۔ ارجعوا حکم ہے۔ لیکن لازمی نہیں ہے۔ اور حکم بطور استجاب کے مثلاً۔ قرآن پاک میں ایمان والوں سے خطاب ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ (پ ۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے۔ یہاں پر لفظ اتقوا امر ہے۔ حکم الہی ہے۔ لیکن حکم لازمی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرنا جتنا اُس کا حق ہے یہ تو کسی سے بھی ممکن نہیں۔ ہر انسان اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتا رہے یہ وجوبی حکم ہے۔

(پ ۲۸ ع ۱۶)

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ

ترجمہ: تو اللہ تعالیٰ سے جتنا ہو سکے ڈرتے رہو۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کے بھی قرآن و حدیث میں تمام احکام لازمی نہیں ہیں۔ اور جبکہ نبی پاک نے اپنی اُمت میں سے کسی کو بھی نماز میں رفع یدین کرنے کا حکم دیا ہی نہیں۔ خواہ استحبابی طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ رفع یدین کو نماز میں کیسے لازمی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور زمانہ رسالت میں جو جو بھی کام کیئے گئے کیا وہ ہر کام ساری اُمت کے لیے لازمی تھے؟ ایسا ہرگز نہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں موجود ہے کہ نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کے ختنے کیئے جاتے تھے اور آپ نے اُن کو ختنے کے ضروری مسائل سے تعلیم آگاہ کیا۔ رفع یدین کرنے والے

حضرات اس سُنّت کے بارے میں کیا جواب دیں گے؟ حالانکہ منسوخی رفع یدین کے بارے میں مسلم شریف اور طحاوی شریف کی حدیث کے الفاظ گواہ ہیں۔ مَالِي اَرَاكُمْ تَرْفَعُونَ اَيْدِيَكُمْ كَمَا نَهَا اٰذْنَابُ خَيْلِ شَمْسٍ اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ۔

(نوٹ: رفع یدین کے بارے میں مزید تفصیل اور احادیث اسی کتاب کے معلوماتی سوال نمبر تین میں ملاحظہ فرمائیے۔)

سوال نمبر ۹:- کیا اسلامی سال کے تیسرے مہینے ربیع الاول کی بارہ تاریخ کے علاوہ آٹھ یا نو یا کسی بھی تاریخ کا میلاد مصطفیٰ کے متعلق کوئی ٹھوس حوالہ کسی بھی مرفوع، قولی، صحیح حدیث نبوی سے ثابت ہے جس کی سند اور متن پر اصحاب فن اُسماء الرجال میں سے کسی کو اعتراض نہ ہو؟

تشریح:- ہمارے نبی و رحمت آقائے کُل فخر رُسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعہ اصحاب الفیل کے پچاس دن بعد سیدنا عبد اللہ بن عبد المطلبؑ کے کاشانہ اقدس میں سیدہ آمنہؑ کے بطن انور سے اسلامی سال کے تیسرے مہینے ربیع الاول شریف کی بارہ تاریخ کو مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل کے بار بار انعقاد سے کچھ نام نہاد مسلمانوں کو بڑی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ اس وجہ سے عُشاقان بارگاہ رسالت کو میلاد مصطفیٰ کا جشن اور عید منانے سے روکتے ٹوکتے دل گرفتہ و بد حال نظر آتے ہیں۔ اور رنگ برنگے ڈھونگ رچاتے، عجیب قسم کی قلا بازیاں کھاتے کبھی کہتے نظر آئیں گے کہ یہ عید (عید میلاد النبی)

منانا شرک و بدعت ہے۔ کبھی یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی ولادت آٹھ تاریخ کی روایت ہے، نو تاریخ کی روایت ہے۔ لہذا بارہ ربیع الاول کو جشن عید میلاد النبی ﷺ مت مناد۔

یہ ہتھکنڈے صرف اس لئے ہیں کہ لوگ مقررہ دن اجتماعی جشن نہ مناسکیں۔ اور افراتفری کا شکار ہو جائیں۔ حالانکہ یہ ان کی خام خیالی ہے ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ وبادیں گے۔

قرآن پاک نے ایک حقیقت افروز تحفہ انسانیت کو عطا کیا ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۔

ترجمہ:- فرمادیجئے یا رسول اللہ جب اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہو تو خوب خوشیاں مناتے رہو۔

پہلے تمام ارض و سما کی انمول نعمتوں میں سے عظیم ترین نعمت و احسان خداوندی یہ کہ اللہ

تعالیٰ نے ہمیں اپنا محبوب نبی عطا فرمایا۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ

بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا۔ اس لئے ہمیں آمد مصطفیٰ کی خوشی اور عید منانا مقصد ہے۔

جب بھی محفل میلاد اپنے صحیح مقاصد پر مبنی منعقد کرتے ہیں وہ آمد مصطفیٰ کی خوشی اور جشن ہی

ہوا کرتا ہے۔ لہذا آٹھ یا نو ربیع الاول یا کسی بھی دوسری تاریخ کی بارہ ربیع الاول کے

علاوہ متعلق بمیلاد مصطفیٰ کی رٹ لگانے والوں کو حتمی چیلنج ہے کہ بارہ ربیع الاول کے علاوہ

کوئی بھی ایسی حدیث مرفوع، صحیح، قولی پیش کریں جس کی سند و متن پر اصحاب فن اُسماء

الرجال کو کوئی اعتراض نہ ہو۔ انشاء اللہ العزیز ثم انشا النبی الکریم ایسی حدیث کسی بھی گستاخ

رسول کو کسی بھی حدیث کی کتاب میں مطلوبہ صفات کے ساتھ کبھی نہ مل سکے گی۔ لہذا میلاد

شریف بارہ ربیع الاول کو ہی ہے جو صدیوں سے اسی دن کو ترجیح دی جاتی رہی ہے۔

(نوٹ: بارہ ربیع الاول شریف کے متعلق احادیث اسی رسالہ کے معلوماتی

سوال نمبر ۱۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

سوال نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ کی ذات کیلئے ”حاضر و ناظر“ اکٹھے الفاظ استعمال کرنا کیا قرآن و حدیث نبوی سے ثابت ہے؟

تشریح:۔ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ کی ذات کیلئے حاضر و ناظر اکٹھے الفاظ استعمال کر کے کہنا کہ اللہ حاضر و ناظر ہے یہ دونوں اکٹھے الفاظ قرآن و حدیث نبوی میں کہیں بھی استعمال نہیں کیے گئے۔ یہ دونوں اکٹھے الفاظ حاضر و ناظر اللہ تعالیٰ اور انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کیلئے صرف بزرگوں نے ہی استعمال کیے ہیں۔ اس اجمال کی قدرے تفصیل کچھ یوں ہے

حاضر و ناظر کا مفہوم محققین (بزرگوں) نے قرآن کے لفظ علیم و بصیر و شاہد و شہید سے منسلک کیا ہے۔ قرآن پاک میں شاہد اور شہید کا لفظ مختلف جگہوں پر انبیاء و اولیاء کیلئے اور عام شہید فی سبیل اللہ کیلئے اور عام امتی کیلئے بھی استعمال کیا گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی شان قدوسی کے مطابق حاضر و ناظر بلا کیف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقربین بارگاہ کا حاضر و ناظر ہونا حد بندی اور دائرہ عقل اور ممکنات سے تعلق رکھتا ہے۔ علیم و بصیر اور شاہد و شہید کا مفہوم بزرگوں نے لفظ حاضر و ناظر سے تعبیر کیا ہے۔ حاضر (موجود) ناظر (دیکھنے والا) ویسے تو ہر ذی روح چیز اپنی اپنی جگہ حاضر بھی ہے اور ناظر بھی لیکن درجہ بدرجہ محدود انداز میں اللہ تعالیٰ کو بھی بزرگوں نے حاضر و ناظر لکھا تو ہے لیکن اس لحاظ سے کہ اس کے حاضر و ناظر ہونے میں کوئی جہت یا مکان یا کوئی حد یا قید و بند و کیفیت مثال نہ ہے اور نبی یا ولی کا حاضر و ناظر ہونا مخلوق کی حیثیت سے ہے۔ اللہ پاک کی نگاہ پاک میں محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہونے کی حیثیت سے حاضر و ناظر ہے۔

گو محققین کرام نے اللہ تعالیٰ کا حاضر و ناظر ہونا زیادہ تر اسماء حسنہ علیم و بصیر سے لیا ہے۔ لیکن لفظی اشتراک کے پیش نظر لفظی مادہ شہادت سے ہو یا علیم و بصیر سے ہو اللہ تعالیٰ کے

حاضر و ناظر ہونے کا مفہوم منسلک کرنا محض اشتراک لفظی ہے نہ کہ حقیقی۔ کیونکہ لفظ شہادت سے حضور سرور کائنات صلی اللہ وآلہ وسلم کا بالخصوص حاضر و ناظر ہونا بیان کیا گیا ہے وہ مخلوق ہونے کی حیثیت سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ لفظ شہادت کے مادی، لغوی اور اصطلاحی تصور سے پاک ہے مثلاً **وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ**۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال پر گواہ ہے۔ لفظ شہادت کی نسبت جو کلام پاک میں اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ وہ محض لفظی اشتراک ہے نہ کہ حقیقی طور پر۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے حاضر و ناظر کے اکٹھے الفاظ استعمال کرنا قرآن و حدیث نبوی سے ثابت نہیں۔ البتہ بزرگوں نے ہی یہ الفاظ (حاضر و ناظر) اکٹھے اللہ تعالیٰ کے لیے بھی منتخب کیے ہیں۔ شرعی دائرہ کار کو قرآن و حدیث تک محدود رکھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا قرآن و حدیث نبوی سے ثابت نہیں۔ شاہد کا لفظی معنی اور شہید کا لفظی معنی گواہ ہے۔ تحقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا حاضر و ناظر ہونا یا علیم و بصیر اسماء حسنہ سے منسلک ہے۔ اور انبیاء کا لفظ حاضر و ناظر سے متعلق ہونا لفظ شہادت سے ہی منسلک ہے۔

﴿اعتراض﴾

دور حاضر میں بڑے زور و شور سے ایک اعتراض کیا جا رہا ہے کہ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر (موجود) ہیں پہلے بھی اور اب بھی حاضر و ناظر ہیں تو عقل اور شعور کے پیمانے کے مطابق سامنے نظر آنا چاہئے اور کسی بھی امام کو نماز کی امامت نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں ہر جگہ نماز ادا کی جائے اور ہر جگہ حضور ہی امامت کروائیں۔

جواب: سب سے پہلے یقین کر لینا چاہئے کہ نبی یا ولی کی شان عقل و شعور سے جانچنا، پڑتال کرنا اکثر حماقت کی علامت ہے۔ نبی ہو یا غیر نبی وقت اجل آجانے کے بعد وہ مُکلف رہتا ہی نہیں اور عبادات کی فرضیت کے احکام اُن پر پس مرگ لاگو ہوتے ہی نہیں۔

اگر معترض کو رچشم و قلب رہے بھی تو اس بات کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مسلم شریف کی حدیث پاک سے ثابت ہے کہ نبی اپنے اُمّتی کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کی اور یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے (مسلم شریف ص: ۱۴۴ جلد ۱)۔ نبی یا ولی یا فرشتے کا ایک جگہ رہ کر کائنات کی متعدد اشیاء کے قریب بھی اور اتنی ہی تعداد میں کثرت سے بھی حاضر و ناظر ہونا باذن اللہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

حدیث پاک: عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ مَلَكَ أَعْطَاهُ اللَّهُ أَسْمَاءَ الْخَلَائِقِ فَهُوَ قَائِمٌ عَلَى قَبْرِى إِذَا مِتُّ فَلَيْسَ أَحَدٌ يُصَلِّى عَلَيَّ إِلَّا قَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلِّ عَلَى عَبْدِكَ فَلَانُ بْنُ فُلَانٍ فَيُصَلِّى الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَيَّ ذَلِكَ الرَّجُلُ بِكُلِّ وَاحِدٍ عَشْرًا۔

(رواہ ابو اروان ابن حبان والطبرانی فی المعجم الاضام مفہیم صحیح النسخ عربی مطبوعہ سعودی عرب) ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے ناموں کا علم عطا فرمایا ہے۔ جب مجھ پر وقت اجل آجائے گا تو وہ میرے روضہ انور پر کھڑا ہو جائیگا۔ جب بھی کوئی کہیں بھی مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ فرشتہ مجھ سے عرض کرے

گا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم فلاں ولد فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس آدمی پر دس مرتبہ رحمت کی بارش برسا دے گا۔ ایسے ہی ہمارے نبی کریم روف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شریف میں جلوہ گرہ کر پوری کائنات میں حاضر و ناظر ہیں۔

﴿ایمان افروز نکتہ﴾

ایک فرشتہ مدینہ شریف میں مکہ خضر کے پاس کھڑا ہو کر تمام جنات اور انسانیت کے افراد کو دیکھتا بھی ہے اور پہچانتا بھی ہے۔ اور تمام کی باتیں ہر وقت سنتا بھی ہے۔ کہ کون اور کب درود پڑھ رہا ہے یا کوئی اور بات کر رہا ہے۔ اگر یہی صفت نبی پاک ﷺ کے لیے مان لی جائے تو کم از کم کلمہ گو اُمّتی کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ یہ حدیث پاک محدث طبرانی، محدث بڑا اور محدث ابن حبان نے ذکر کی ہے

(بحوالہ اصلاح مفہیم عربی مطبوعہ الریاض)

آقا دے دوارے تے غلاماں دیاں ٹولیاں

اوہ اک سُنن والا اے ہزاراں دیاں بولیاں

ایک اور حدیث پاک جو مشہور و معروف بسوال نکیرین کتب صحاح میں بھی موجود ہے۔ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ الْخ (حدیث کے مکمل الفاظ اسی رسالہ کے حصہ دوم کی حدیث نمبر ۵ حدیث نکیرین میں ملاحظہ فرمائیں) یعنی کوئی بھی جن و انس میں سے کہیں بھی مر جائے مسلمان ہو خواہ کافر ہو میت سے قبر میں منکر و نکیر تین سوال کرتے ہیں۔

۱۔ مَن رَّبُّكَ ۲۔ مَا دِينُكَ ۳۔ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ۔

۱۔ تیرا رب کون ہے؟ ۲۔ تیرا دین کون سا ہے ۳۔ تو اس عظمت والے انسان کو دنیا میں کیا کہا کرتا تھا۔

آخری سوال حضور کے سامنے میت کو مخاطب کر کے فرشتے پوچھتے ہیں۔ کہ اس عظیم انسان کو تو دنیا میں کیا کہا کرتا تھا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں لاکھوں سے زائد شرح اموات ہیں جہاں چاہیں بیشمار جگہوں پر تشریف لے بھی جاتے ہیں۔ ورنہ مدینہ شریف میں رہ کر بھی سرکار ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

عقل کے پیانے سے نبی کی شان جانچنے والا کیا بتا سکے گا۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون کون سی قبر میں کس کس وقت تشریف لے جاتے اور کب واپس مدینے تشریف لاتے ہیں۔ اور اسکی کیا کیفیت ہے؟ یا فرشتہ کی اطلاع پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کس درود پڑھنے والے کا کب کب جواب دیتے ہیں۔ یا وہ فرشتہ تمام جہان میں تمام افراد انسانیت و جنات کے تمام افراد کو بیک وقت کیسے دیکھتا ہے۔ اور ہر ایک کی بات بیک وقت کیسے سن رہا ہے۔ ایک فرشتے کی شان جو دربار مدینہ پر حاضری دے رہا ہے۔ عقل کے پیانے میں نہیں آسکتی تو صاحب دربار محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عقل و شعور کے پیانے سے کیسے پانی جاسکتی ہے؟

سوال نمبر ۱۱:- نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت رمضان وغیرہ رمضان مہینے میں گیارہ یا تیرہ رکعتوں میں سے آٹھ رکعتوں کا نام تراویح رکھنا کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟

تشریح:- نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی عبادت رمضان وغیرہ رمضان مہینے میں یعنی سارے سال کے دوران گیارہ یا تیرہ رکعتیں ہوا کرتی تھیں آٹھ رکعت نوافل تہجد اور تین یا پانچ وتر گیارہ یا تیرہ رکعتیں رات کی عبادت ہوئی (عن عائشہ رضی اللہ عنہا رواہ البخاری)

فرقہ پرستی کرنے والے یار لوگوں نے بڑی سینہ زوری سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی عبادت سے آٹھ رکعتیں نکال کر اُسے تراویح کا نام دے رکھا ہے حالانکہ قرآن وحدیث نبوی میں کسی بھی جگہ آٹھ رکعتوں کو تراویح نہیں کہا گیا۔ جن رکعتوں کا نام تراویح کتابوں میں لکھا گیا ہے۔ وہ بیس تراویح ہیں۔ جن بیس رکعتوں کو کتابوں میں تراویح کا نام دیا گیا وہ خلافت فاروقی میں جماعت کی شکل میں مستقل طور پر اجماع امت قائم کی گئیں جو کہ سنتِ مکتدہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ بلاوجہ تراویح چھوڑنے والا فاسق ملعون شدید سزا کا مستحق ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں بیس رکعت تراویحوں کی باقاعدہ جماعت شروع کی۔ صحابہ کرام کے جم عفر حضرت عثمان غنی مولیٰ علی شیر خدا حضرت ابی بن کعب ودیگر اجلہ صحابہ کرام نے ان تراویحوں کی جماعت پر ہمیشہ پابندی کی۔ اور یہی اجماع امت جو کہ مکہ مدینہ سمیت تمام عالم اسلام میں بیس تراویحوں کی جماعت جاری و ساری ہے صحابہ کرام کی سنت کی تفصیل نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ سنّیہ سے عین مطابقت رکھتی ہے۔ دورِ حاضر میں رمضان المبارک مہینہ میں آٹھ

تراویح پڑھنے والے خدارا انصاف کریں ضد سے کام نہ لیں۔ یا کوئی ایسی حدیث دیکھا دیں۔ جس میں آٹھ رکعتوں کو تراویح کا نام دیا گیا ہو۔ اگر ایسا نہیں اور ہرگز نہیں تو عالم اسلام میں فتنہ بازی اور فرقہ پرستی کرنے سے باز رہیں۔ کم از کم یہ ہو جائے کہ رمضان المبارک میں جو آٹھ رکعتیں پڑھتے ہیں اُن کو علی الاعلان مشتہر کیا جائے کہ ہم آٹھ نوافل یا آٹھ رکعتیں ادا کرتے ہیں آٹھ تراویح نہیں ادا کرتے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کے دور سے لیکر آج تک حرمین شریفین سمیت تمام عالم اسلام میں رمضان المبارک مہینے میں رات کی جو عبادت کی جا رہی ہے ان کا نام تراویح ہے۔ جو کہ ٹھوس و مدلل کتابوں میں بھی ایسا ہی مذکور ہے اور ان کی تعداد بیس رکعت ہے

(مسلم شریف شرح نووی۔ طحاوی شریف، عمدۃ القاری شرح بخاری)

سوال نمبر ۱۲:- نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تہوّر (خیال مبارک) کو نماز کے اندر یا باہر "معاذ اللہ زنا کے وسوسے اور گدھے کے خیال سے زیادہ برا قرار دینا کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہے؟

تشریح: دورِ حاضر کے فتنہ پرست لوگ اپنے مسلمہ امام کے اس بیہودہ شرمناک اور گستاخی بھرے طاغوتی فیصلے کا وجود کیا قرآن وحدیث میں دکھا سکتے ہیں؟ سادہ لوح مسلمانوں کو تو مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ قدم قدم پر، بات بات پر قرآن وحدیث کی دلیل مانگتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں نہ ملنے پر جی میں آیا تو طاغوتی فتویٰ لگا دیا۔ اور اب جب کہ اپنے گھر کی باری آئی ہے۔ ہاں یا نہ کا جواب تو ایک طرف بات سننے کیلئے بھی تیار نہیں۔ قرآن و

حدیث میں ایسے خبیث الفاظ کا وجود تو ایک طرف یا کسی ایک بزرگ کا قول بھی کلاً وحاشا ایسا شخص بزرگی کا حقدار ہی کیسے ہوگا

جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے بارے اتنا گندہ عقیدہ رکھتا ہو۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال مبارک کو تو قرآن پاک وحدیث کی رو سے اتنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ جس کے بغیر عبادت کا وجود ہی نامکمل ہے۔ جب کہ نمازی کو تو حکم ہے۔ کہ اتحیات (قعدہ) میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے سلام عرض کرے (السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ) اے غیب کی خبر دینے والے آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکات کا نزول ہو۔ دورِ حاضر کے ایسے گندے لوگوں کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال مبارک کو معاذ اللہ گدھے اور زنا کے وسوسے سے زیادہ برا قرار دینا کہاں کا اسلام اور ایمان ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں سے بار بار ہر مقام پر قرآن وحدیث کا ثبوت مانگنے والے ناموس رسالت کی کیسی دھجیاں بکھیر رہے ہیں اور دین اسلام کی کوئی خدمت کر رہے ہیں۔ ایسا گندہ عقیدہ وہ قرآن وحدیث سے کیوں نہیں دکھاتے؟ اگر نہیں تو ایسے بیہودہ گستاخ کو اپنا امام ماننا کتنی شرمناک بات ہے۔

﴿صحابہ کرام اور تہوّر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾

صحابہ کرامؓ سے پوچھا گیا کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر اور عصر میں کیا قرآن پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ پوچھا گیا کہ ظہر اور عصر میں قرآن اونچی آواز سے تو آپ پڑھتے نہیں تھے۔ آپ کو کیسے پتہ چل جاتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پڑھ رہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا "بِاضْطِرَابٍ لِحَيَّتِهِ" ہم پیچھے کھڑے نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہرہ انور کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔

سرکار ابد قراری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی شریف اور منہ مبارک حرکت کرتا دیکھ کر ہمیں یقین ہو جاتا تھا کہ آپ قرآن پڑھ رہے ہیں۔ صحاح ستہ کی کتابوں میں یہ حوالہ موجود ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال اور تصور عبادت کے اندر قائم رکھیں۔ لیکن دور حاضر کا بدقسمت شتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال اور تصور کو معاذ اللہ گاؤ، خر اور زنا کے وسوسے سے بدتر قرار دے کر جہنمی ہونے کا پورا پورا ثبوت فراہم کر رہا ہے۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور امام غزالی جیسے محققین تو یہ تلقین کریں کہ قعدہ التحیات میں السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ کے مقام پر "وَاحْضِرْ فِي قَلْبِكَ شَخْصَهُ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ" (احیار العلوم عربی مطبوعہ مصر، ۱۷۵، جلد ۱) ترجمہ: اور اے نمازی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور پوری توجہ سے اپنے دل میں لا کر پھر کہہ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ۔

لیکن ایک بے ادب گروہ کے مایہ ناز ایک عالم کی سیئی۔ اپنی کتاب صراط مستقیم فارسی میں یوں رقم طراز ہے۔ و صرف ہمت (در نماز) بسوئی شیخ و امثال آن از مُعْظَمِینِ گو جناب رسالت مآب باشند بچندین مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است چنانچہ از وسوسہ زنا، خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است بمقتضائی ظُلُمَتِ "بَعْضُهَا

فَوْقُ بَعْضٍ" (صراط مستقیم فارسی مطبوعہ نولکشور، ص ۸۶)

ترجمہ: اور شیخ یا انہی جیسے بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔ جیسا کہ زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے۔ (ایسا ہی نماز میں ایک سے بڑھ کر دوسرا اندھیرا گہرا اور عمیق ہے)

سوال نمبر ۱۳۔ دُور سے دیکھنا یا سننا یا دُور سے آکر مشکل کشائی کرنا یا فوت ہو جانے کے بعد دنیاوی زندگی کی نسبت زیادہ باخبر اور با اختیار ہونا کیا صفات خداوندی ہیں اگر ہیں تو کیا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت ہیں؟

تشریح: اللہ تعالیٰ ان دُوریوں سے مُنْزَہ اور پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی چیز سے دُور نہیں ہر چیز کے قریب اور ہر وقت بلا کیف موجود ہے۔ دُور سے آنا اور آکر مشکل کشائی کرنا، یا دُور سے سننا یا دیکھنا نبی یا ولی کی صفات تو ہو سکتی ہیں۔ لیکن صفات خداوندی نہیں۔ قرآن و حدیث سے ایسی صفات خداوندی ثابت نہیں ہیں۔ اگر ایسی صفات خداوندی معرض وجود میں ہوتیں تو نظام کائنات کا بہترین حالت میں جاری رہنا ایک لمحہ کے لیے بھی ممکن نہ ہوتا۔

ایک عالم خلق ہے اور ایک عالم امر (أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ) ہے۔ شمس و قمری نظام سے مُنْظَّم جہاں کو عالم خلق کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام جہاں عالم امر ہیں۔ یعنی جہاں اسباب کو کوئی دخل نہیں، دُوریوں اور فاصلوں کا تعلق اس عالم خلق سے ہے۔ عالم امر کا ان فاصلوں اور دُوریوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر بالفرض تعلق ہو تب بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ دُوری اور فاصلہ کا تعلق اُس کے شایانِ شان نہیں، وہ ہر چیز کے قریب ہے۔

﴿قُوَّةِ ادْرَاکِ﴾

توجہ سے کسی چیز کو تلاش کرنے کے بعد پالینا قُوَّةِ ادْرَاکِ ہے۔ اور یہ صفت نبی یا ولی کی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے مُنْزَہ اور پاک ہے۔ جو علمی قوت ادراک توجہ کی محتاج ہو بغیر توجہ کے وہ چیز علم میں نہ رہے ایسی علمی قوت ادراک سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اُس کا علم

جاری و ساری، دائمی وابدی ہے۔ اور جس ادراک کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف قرآن و حدیث میں کی گئی ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا علمی ادراک توجہ کا محتاج نہیں۔ اسی لئے یہ بات مسلم ہے۔ کہ غیبی امور کو توجہ سے دریافت کرنا انبیاء و اولیاء کی صفت ہے ان ذوات قدسیہ کو اللہ کریم نے بے حد قوتِ ادراک اور دور سے سننے اور دیکھنے کی ستودہ صفاتی عطا فرمائی ہے ترمذی شریف کی حدیث جو کہ مشکوٰۃ شریف میں بھی موجود ہے۔ **عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَ أَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ أَطْبَتُ السَّمَاءَ وَ حَقٌّ لَهَا أَنْ تَلَاطَ وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا فِيهَا مَوْضِعٌ أَرْبَعُ أَصَابِعٍ إِلَّا وَ فِيهَا مَلَكٌ وَاضِعٌ..... الخ** (ترمذی شریف جلد ۲ ص ۵۵)

ترجمہ:- ”دوسو اکیاسی احادیث کے حافظ جلیل القدر صحابی“ حضرت ابو ذر جندب بن جنادہ غفاریؓ سے روایت ہے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا۔ اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان میں چرچراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور اسے چرچرانے کا حق ہے۔ مجھے اسکی قسم ہے جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے آسمان میں چار انگشت برابر بھی کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتہ اپنی پیشانی میکے سجدہ ریز نہ ہو۔ خدا کی قسم اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے بہت زیادہ۔

یعنی تسبیح و تہجد اور حمد و ثناء کے رُعب سے آسمانِ اولیٰ کی چینیں نکل رہی ہیں۔ غور کیجئے حدیث کی رُو سے نبی کے دُور سے سننے اور دیکھنے کا یہ نہایت ابتدائی مقام ہے۔ ورنہ ایسے مقامات تو فرشتوں اور اولیاء اکرام کو بھی حاصل ہیں۔ (جس کیلئے قارئین سوال نمبر ۱۰ کی تشریح میں حدیث ملاحظہ فرمائیں۔)

وال نمبر ۱۳:- اسلام کے شرعی احکام کے دائرہ کار کو صرف قرآن و حدیث تک محدود رکھنے والی جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کا نام جو **مَامُورٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَ أَمْرٌ مُتَّفَقٌ صَحَابِهِ كِرَامٍ** ہو کیا قرآن و حدیث نبوی سے ثابت ہے؟

ترجمہ:- دورِ حاضر میں شرعی دائرہ کار کو قرآن و حدیث تک محدود رکھنے والی جماعتیں جو قرآن و حدیث سے باہر تیسرے درجے پر بزرگانِ دین کی دی ہوئی چیزوں کو بدعتِ افرک یا حرام اور ممنوع قرار دیتے ہیں۔ از روئے انصاف ان کے ذمہ لازم ہے۔ کہ وہ اپنے جماعتی گروہی نام کھلے لفظوں میں قرآن و حدیث سے دیکھا دیں۔ جن ناموں اور الفاظ کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اجازت دی یا صحابہ کرام کا امر مسلم ہو۔ اس کے بغیر جس جن کا مسلکی پیمانہ یہ ہے۔ کہ قرآن و حدیث کے علاوہ جب تک بزرگانِ دین کے اہلاد کو شرعی حیثیت نہیں دی جاتی شرعی زندگی گزارنا محال ہے۔ ایسے مسلمانوں سے ان کے تنظیمی تشخص کا ثبوت قرآن و حدیث سے مانگنا انصاف کے خلاف ہے۔

اس رسالہ میں بزرگانِ دین سے مراد صحابہ کرام، ائمہ اہل بیت و مجتہدین کرام و تابعین، ائمہ حدیث و تفسیر و اولیاء کاملین ہیں۔ لہذا ان ستودہ صفات ذوات میں سے کسی ایک صفت کا منکر یا گستاخ یہ دعویٰ کرنے کا حق نہیں رکھتا کہ میں بزرگانِ دین کا ماننے والا ہوں۔

لہذا دورِ حاضر کی وہ تمام جماعتیں جو قرآن و حدیث کے باہر تیسرے درجے پر بزرگانِ دین کے فیصلے بمطابق ضابطہ قرآن و سنت کو رد کرنے والی ہیں۔ وہ جماعتیں اپنے گروہی جماعتی نام اس حیثیت سے قرآن و حدیث سے کھلے لفظوں میں دکھائیں۔ جن ناموں اور تشخص ہائے تنظیمی کی اجازت اللہ اور رسول نے دے رکھی ہو۔ یا صحابہ کرام نے اتفاق

رائے سے اجازت دی ہو۔ ورنہ بصورت دیگر ایسے تمام فرقے اسلام کو پارہ پارہ کرنے کے خود ذمہ دار ہوں گے۔

سوال نمبر ۱۵:- کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد و اہل نجد کے لئے دعا مانگی ہے کیا قرآن و حدیث نبوی سے ثابت ہے؟

تشریح:- قدیم زمانے کے اعتبار سے سرزمین جزیرہ عرب اور دور حاضر کی نسبت سے مملکت سعودیہ کی ایک ریاست کا نام نجد ہے۔ جس ریاست کا مرکز موجودہ شہر الریاض ہے۔ نجد و اہل نجد کے لئے قرآن و حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے خیر کا کہیں ذکر نہیں۔ البتہ حدیث میں مذکور ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ حضرات کے بار بار دعائے خیر کے مطالبہ کے باوجود اہل نجد کیلئے دعائے خیر مانگنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور وجہ بھی بتلا دی۔ جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمِينِنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَفِي نَجْدِنَا قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمِينِنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَفِي نَجْدِنَا فَاطْنَةُ قَالَ فِي الثَّلَاثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتْنُ وَبَهَا يُطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

(رواہ البخاری مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا اے اللہ ہمارے ملک شام اور یمن میں برکتوں کا نزول فرما۔ کچھ حضرات نے عرض کیا ہمارے نجد کے لیے (دعا فرمائیے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا اے اللہ ہمارے

شام اور ملک یمن میں برکتوں کا نزول فرما۔ انہوں نے پھر کہا ہمارے نجد کے لیے بھی دعا فرمائیے۔ راوی کہتا ہے میرا خیال ہے تیسری مرتبہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہاں نجد میں زلزلے ہوں گے اور فتنے ہو گئے اور اسی سرزمین نجد سے شیطان کا سینگ بھی نکلے گا۔

اس حدیث پاک کو امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں روایت کیا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۸۲ جلد ۲)

اس حدیث پاک پر سیر حاصل وضاحت کے لیے یہ رسالہ ناکافی ہے البتہ چند چیزیں قارئین غور فرمائیں۔

تمام جہانوں کی رحمت ہونے کے حوالے سے نجد و اہل نجد کے لیے دعائے خیر نہ کرنا، بار بار اصرار کرنے کے باوجود تیسری دفعہ بھی دعا سے صاف انکار ہی نہیں کیا بلکہ نا اہل ہونے کی وجہ بھی بیان فرمادی۔ تمام لوگوں کے لیے ہدایت اور ایمان کی دعائیں لیکن اہل نجد کے لیے رحمتہ للعالمین کی ذات کے پاس دعائے خیر کا ایک لفظ بھی نہیں۔ اس حدیث پاک سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ نبوت کے کمال کا ایک کرشمہ ظاہر ہے کہ کسی بھی سرزمین کے خمیر سے لیکر اس کی تاثیر و اخیر تک مکمل خبر رکھتے ہیں۔ شیطان کا سینگ فتنے اور زلزلے نجد سے واقعی ظاہر ہوئے۔ (اس حدیث کی پوری پوری تفصیل دیکھنا درکار ہو تو کتب تاریخ بالخصوص کتاب نجد و حجاز اردو، تاریخ ابن خلکان و فتاویٰ شام وغیرہ ملاحظہ ہو)

سوال نمبر ۱۶:- کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ (ضب) کا گوشت کھایا کیا قرآن و حدیث نبوی سے ثابت ہے؟

تشریح:- نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی گوہ کا گوشت نہیں کھایا قرآن و حدیث میں کہیں بھی مذکور نہیں البتہ آپ کی موجودگی میں ابتدائے اسلام میں بعض اعرابی دیہاتی لوگوں نے گوہ کھائی تھی۔ لیکن آپ نے نہیں کھایا۔ اور سخت ناپسند فرمایا۔ بعد میں گوہ کا گوشت حرام قرار دے دیا حدیث ملاحظہ ہو۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شُبَلٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ أَكْلِ لَحْمِ الضَّبِّ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن شبل روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ کا گوشت کھانا منع فرمادیا۔

دور حاضر کے بے مہار لوگ گوہ کا گوشت کھانے والے جواز کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حدیث میں جو چیز مذکور ہو وہ سنت کا درجہ رکھتی ہے۔ حالانکہ یہ نظریہ بڑا غلط اور شدید غلط ہے۔ حدیث میں ہر مذکور چیز سنت یا جائز نہیں ہوا کرتی۔ اگر حدیث میں مذکور ہر چیز سنت ہوا کرتی ہے۔ تو احادیث میں عورتوں کے فتنوں کا ذکر موجود ہے۔ دور حاضر کے ایسے لوگ اس بارے میں کیا جواب دیں گے؟

سوال نمبر ۱۷:- سر پر بستر اٹھا کر قریہ بقریہ ترتیب وار وعظ اور تبلیغ کے چلے کا ثناء کسی خاص وضع قطع کے تنظیمی شخص کو قائم رکھ کر اور اس طریقہ کو جہاد اکبر کہنا کیا قرآن و حدیث نبوی سے ثابت ہے؟

تشریح:- اسلام کے کسی بھی دور میں تبلیغی طریقہ وضع کر کے سر پر بستر اٹھا کر ترتیب وار چلے

کانے کے لئے اس صورت کو جہاد اکبر کہہ کر چکر کاٹنا قرآن و حدیث میں کہیں بھی مذکور نہیں۔ لیکن یہ چلے ترتیب وار لازمی قرار دے کر اور اس کو اسلام کا خود ساختہ (دو نمبری معنوی) چھٹا کن قرار دے کر بستر سر پر اٹھا کر اسے جہاد اکبر قرار دینا محض دھوکا اور فریب ہے۔ جہاں تک تبلیغ اسلام کا سلسلہ ہے وہ تو ہر مسلمان سے منسلک ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے **بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً أَوْ كَمَا قَالَ**۔ لیکن موجودہ دور کی ایسی تبلیغی تنظیمیں اکثر فرقہ واریت کو پروان چڑھا رہی ہیں نہ کہ دین کی خدمت کر رہی ہیں۔ تبلیغ کرنا یعنی **أَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ** اور **نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ** تو ہر مسلمان کا الہادی فرض ہے۔ لیکن دور حاضر میں مختلف قسم کی تبلیغی جماعتیں رونما ہو چکی ہیں۔ جن میں سے اکثر اپنی جماعتی تنظیمی افرادی قوت کو بڑھانے اور اسلام کے بنیادی فکری و عملی حقائق سے مسلمانوں کو بے خبر رکھنے کے لئے اس قسم کے ہتھکنڈے استعمال کیے ہوئے ہیں۔ کہ اسلام کی روح کو سرے سے جواب ہی دینا چاہتے ہیں۔

﴿مزارات اولیاء اور ہم﴾

دور حاضر کے پُرفتن دور میں جہاں زندگی کے اور اکثر سلسلے نمائشی حد تک بے اثر ہو کر رہ گئے ہیں وہاں اسلامی طریقہ تربیت و روحانیت بھی بہت سے رنگ اختیار کر چکا ہے۔ جہاں تک مصنوعی مزارات کا تعلق ہے۔ جیسے کچھ مرگب جاہل لوگوں نے ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ جہاں بھی کوئی اجنبی یا راہ گیر یا نشہ خور کوئی ملنگ کہیں مرا ہوا خواہ کسی سڑک کے کنارے خواہ کسی قبرستان میں۔ اُس کو دفنا کر اوپر جھنڈا لگا کر بیٹھ گئے اور ایسے مقامات کو نشہ خور جرائم پیشہ افراد فوراً اپنے قبضہ میں لے لیتے ہیں۔ تاکہ خوب عیاشی چلا سکیں اس کی کئی مثالیں ہیں اس طرح سمجھ لیجئے کہ اصل اولیاء کرام کے صحیح مزارات کی نسبت غیر شرعی مزارات کئی گنا زیادہ ہیں۔ ہم اہلسنت و جماعت تحریری یا تقریری طور پر ایسے مزارات کے قائل نہیں ہیں۔ جہاں شریعت محمدیہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف اصول شکنی اور اصول فروشی کا اڈہ بنایا جائے۔ وہ روحانی تربیت گاہ نہیں شیطانی تربیت گاہ ہے۔

ہمارے ہاں دور حاضر میں جو مسلمہ مزارات ہیں۔ جن کی حاضری سے کچھ تبلیغی جماعتیں گریز ہی نہیں کرتی بلکہ اولیاء کرام کے درباروں کی حاضری مطلق شرک اور کفر قرار دیتے ہیں ایسی جماعتوں کا کوئی ٹولہ کسی دربار پر حاضری کے لئے کبھی نظر نہیں آنے پایا۔

﴿مسلمہ صحیح مزارات۔ مشتے از خروارے﴾

دربار ہائے مقدسہ۔ حضور علی بن عثمان داتا گنج بخش ہجویری لاہوری... آئینہ صدق و صفا لچال شیخ الحدیث علامہ سردار احمد صاحب فیصل آباد... آقائے لچال میاں شیر محمد صاحب شرقپوری... علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ خواجہ سلیمان تونسہ شریف... حضرت بابا فرید گنج

پاکپتن شریف... سیال شریف... گولڑہ شریف... سلطان باہوسر کار... بندہ نواز شاہ ابو الخیر لولکھ ہزاری شاہ کوٹ... خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجیری اجیر شریف... خواجہ بہاء الحق والدین زکریا ملتانی... خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن... خواجہ علی احمد صابر کلیر شریف... خواجہ قطب الدین دہلی... خواجہ مجدد الف ثانی سرہند شریف (دامت برکاتہم و فیوضاتہم العالیہ)۔

بعض صحیح مزارات اولیاء پر بھی غیر شرعی حرکات کرنے والے قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ لیکن ان بد فطرت بد قماشوں کی وجہ سے اولیاء کرام اصحاب مزارات کی پاک ذوات پر بدظن ہونا ایمان کیلئے سم قاتل ہے۔ ایسے بے اصل قبضہ گروپ افراد کا قلع قمع کرنا ہر مسلمان اور حکومت وقت کا اخلاقی فرض ہے۔

﴿مساجد اور تبلیغی جماعتیں﴾

مساجد ذکر و فکر اور عبادت کے لئے ہوتی ہیں۔ مساجد ہوٹل یا مسافر خانے نہیں ہوتیں۔ دورِ حاضر میں چند تبلیغی جماعتیں مساجد کو ہوٹل اور مسافر خانہ بنا چکی ہیں۔ اور اصحابِ صفہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوالہ دیتی ہیں۔ کہ وہ بھی مسجد نبوی میں رہائش رکھتے تھے۔ حالانکہ یہ نری جہالت ہے۔ اصل صورت حال یوں ہے۔ کہ مسجد نبوی کے ایک طرف ایک چبوترہ بنا دیا گیا تھا۔ جو مسجد کی حدود سے باہر تھا۔ وہاں بیٹھ کر اصحابِ صفہ سبق بھی یاد کرتے تھے۔ اور رہائش بھی وہیں تھی جیسا کہ علامہ نووی شارحِ مسلم اور علامہ یعنی شارح بخاری نے وضاحت کی ہے۔ لیکن دورِ حاضر کے بستر بند یا لوگ تبلیغی ڈھونگ رچانے والے مساجد کے اندریوں دندناتے پھر رہے ہیں۔ جیسے کہ ان کی موروثی جائیداد ہے ان کا پہلا مطالبہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ہمیں پلید بستروں سمیت مساجد میں رات رہنے سے کوئی منع نہ کرے۔ جن بستروں میں احتلام ہوتا ہے اُن بستروں کو مساجد میں لے جانا کتنی بد قسمتی ہے۔ خورد و نوش جانوروں سے بڑھ کر اور ساری رات مسجد میں ہوا گیس چھوڑتے رہنا کیا یہی آدابِ مسجد ہیں۔ (خفتہ را خفتہ کے کند بیدار) حوالہ اصحابِ صفہ کا دیتے ہیں۔ حالانکہ اصحابِ صفہ اتنے کم خور تھے۔ کہ کئی کئی دن پیٹ بھر کر کھانا میسر نہیں آتا تھا۔ اور پھر وہ مسجد نبوی کے اندر نہیں سوتے تھے۔ مسجد کے خارج میں ان کی رہائش کا چبوترہ تھا جس کا نام صفہ تھا۔

☆ ضروری نکتہ ☆

اس قسم کی مکاتر تبلیغی جماعتیں جہاں بھی جاتی ہیں۔ کہتے ہیں ہم اور آپ سب مسلمان ایک

ہیں ہم اللہ کی توحید کی باتیں، اسلام کی باتیں، نماز کی باتیں، اخلاق کی باتیں کرتے ہیں۔ قابلِ غور امر یہ ہے کہ جو کم علم سنی ان کے ساتھ چند روز گزارتے اور چلے کاٹتے ہیں۔ وہ واپس آ کر سنیوں میں سماتے کیوں نہیں؟ بلکہ وہ اپنے سنی بھائیوں کی مسلمانی پر شک کرنے لگ جاتے ہیں۔ پہلے جیسی فضا قائم کیوں نہیں رہتی؟ درباروں پر جانے والے اور اولیاء کرام کو مشکل کشا ماننے والے لوگوں کو مسلمان کہنے سے وہ گھبراتے کیوں ہیں؟ صرف اسی وجہ سے واپسی پر اپنوں سے جدائی ہو جاتی ہے کہ ایسے تبلیغی مشن میں پختہ ہو جانے والے کے ذہن میں یہ چیز نہایت مستحکم طریقے سے بٹھا دی جاتی ہے۔ کہ انبیاء و اولیاء کرام سب اللہ تعالیٰ کے غیر اور بے خبر اور بے اختیار بندے ہیں۔ ان کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ یا واسطہ ماننے والا مسلمان ہی نہیں رہتا۔ یا رسول اللہ کہنا شرک ہے، ختم شریف دلانے والے اور بزرگوں کے درباروں پر حاضری دینے والے مسلمان نہیں ہیں۔ العیاذ باللہ

اس الجھن کی ایک سلجھن یہ بھی ہے کہ ایسی مکاتر تبلیغی جماعتوں کے لیے مکتب اہل سنت و جماعت اپنی ہر مسجد میں یہ ضروری نوٹس لکھ کر لٹکا دیں۔ ۱۔ مسجد کے اندر رات رہنا (شب باشی) ممنوع ہے۔ ۲۔ بلا اجازت خطیب و انظامیہ مسجد کے اندر کسی قسم کا لیکچر ممنوع ہے۔

ان دونوں پابندیوں کا یہ فائدہ ہوگا کہ بالخصوص گستاخ تبلیغی جماعتیں خود بخود بھاگ جائیں گی۔ ایسے جیسے۔ کَا نَہُمْ حُمْرٌ مُّسْتَنْفَرَةٌ (بد کے ہوئے گدھے)

☆ فروغِ حرام خوری ☆

حلقہِ بگوش حضرات کو حرام خوری سے روکنے میں تساہل چشم پوشی کرنا اس فکر میں کہ یہ آدمی

ہماری تبلیغی جماعت سے ہٹ جائے گا۔ یا آمدنی میں کمی آجائے گی۔

﴿بسیار خوری اور سنتِ مصطفیٰ﴾

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے کے بعد سب سے بڑی اور بہت بُری بدعت رائج ہوئی وہ بلا ضرورت کھانے پینے کی زیادتی ہے۔ خورد و نوش اس قدر کہ سانس لینا مشکل ہو جائے ساتھ ساتھ لوگوں کو تبلیغ ہو رہی ہے۔ اور خود عظیم سنتِ مصطفویٰ سے اتنا گریز کر رہے ہیں۔ کہ جو بھی جب بھی جیسا بھی مال مل جائے آؤ دیکھا نہ تاؤ سب کُلو و اشربو! میں مُستغرق۔ بڑے بڑے فرہ جہسوں والے بے تحاشا خوراک کھانے والے سنت کے خلاف چلنے والے جو اپنی تربیت ہی نہ کر سکے وہ دوسروں کی تربیت کیا کریں گے۔ بسیار خوری سنتِ مصطفیٰ نہیں ہے۔ کم خوری سنتِ مصطفیٰ ہے۔ دیکھا جاتا ہے تبلیغی مشن سے متعلق ہونے کے چند ہی ایام کے بعد اکثر مبلغین کا جسم اتنا فرہ اور شیم و جسیم ہو جاتا ہے۔ کہ گردن موڑ کر دیکھنا مشکل ہو جاتا ہے حدیثِ پاک میں ہے اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْحَبِيْرَ السَّمِيْنَ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ فرہ، چربیلے مُلُغ پر ناراض ہے اور دیکھنے والا ناواقف یہی سمجھتا ہے کہ تبلیغ کی روحانی قوت پورے زوروں پر ہے۔ حالانکہ یہ نہایت خام خیالی اور حقیقت سے کوسوں دُور۔ البتہ بیماری اور کمزوری کا موٹا پا (جسکی وجہ خورد و نوش کی کثرت نہ ہو) اس سے مُستثنیٰ ہے۔ اسکے علاوہ بعض تبلیغی جماعتیں یہی کچھ نہیں کرتیں بلکہ ایک اور خطرناک گھناؤنا کھیل (جو اسلام کی بیخ کنی کا کامل نمونہ ہے) کھیل رہے ہیں۔ وہ ہے سادہ لوح مسلمانوں کا عقیدہ خراب کرنا۔

بات نماز کی ہے، روزہ کی ہے، نفل نوافل، تہجد کی تسبیح و تحمید کی باتیں لیکن اللہ تعالیٰ کے انبیاء و اولیاء کرام کی عقیدت سے ناواقف مسلمانوں کو اس قدر پیچھے ہٹا دیا جاتا ہے کہ ان کو اپنی

اصلی سابقہ حالت میں واپسی ناممکن ہو جاتی ہے۔ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جو ان گستاخ گندم نما جو فروش تبلیغی جماعتوں کے ساتھ چند چلے یا چند چکر لگاتے ہیں وہ پہلے کی طرح سُنیوں میں شیر و شکر نہیں ہوتے۔ اور اہل سنت و جماعت بریلوی مسلک کی مسلمانی کو بھی شک کی نظر سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔

اول تو ایسے لوگ تبلیغی مشن کا رُخ اکثر اُن مقامات کی طرف کرتے ہیں جہاں دین کا کام پہلے ہی ہو رہا ہو یہ لوگ فلم سٹوڈیو، یا میوزک سنٹروں، سینماؤں، شراب خانوں، قحبہ خانوں اور بازارِ حُسن میں تبلیغ کا رُخ نہیں کرتے بلکہ صرف مساجد کو ہی بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ اکثر نماز روزے کی بات کریں گے سادہ لوح مسلمانوں کو گستاخ رسول بنانے کے لیے رنگ برنگے باغ دکھائیں گے تاکہ اُنکی افرادی قوت زیادہ ہو جائے۔ بالخصوص دورِ حاضر کے جرائم اور برائی کو تفصیل سے بیان کرنے میں تساہل اور چشم پوشی برتتے نظر آئیں گے۔ یہ تمام سلسلہ صرف اپنی جماعتی نفری بڑھانے اور مسلمان لوگوں کو انبیاء، اولیاء کا گستاخ بنانے کے لیے ہے۔

بزرگانِ دین کے مزارات پر کبھی حاضری دیتے نظر نہ آئیں گے۔ اکثر وہ سادہ لوح ناخواندہ مسلمان جو ان کے فریب میں آ جاتے ہیں۔ کبھی کسی مزار کا رُخ نہیں کرتے بلکہ اسے شرک قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ ایسے سادہ لوح اس سے پہلے بزرگانِ دین اور ان کے مزارات کی حاضری کے کتنے ہی گرویدہ کیوں نہ ہوں۔ ایسے بے شمار نمونے ملتے ہیں۔ کہ کسی آدمی کے اگرچہ ماں باپ یا اہل و عیال کا معاشی روزگار کا دار و مدار اسی شخص پر ہو، اہل و عیال یا مائی باپ کسمپرسی اور بے بسی کی حالت میں مریں تو کوئی بات نہیں لیکن ایسی تبلیغی جماعتوں کا تیار کردہ خود ساختہ یہ چھٹاؤ کن اسلام ہاتھ سے نہ جائے۔

اسی قسم کی تبلیغی جماعتوں کی بدعنوانی اور دورنگی کے ڈھول کا پول سعودی عرب کے مفتی حمود بن عبد اللہ بن حمود التوجیری نے اپنے فتویٰ میں ٹوب کھولا ہے۔ اور اس فتویٰ کو کتابی شکل دے کر الریاض سے چھپوا کر اس قسم کی تبلیغی جماعتوں کی اصل حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کیا ہے۔ اور اس کتاب کا نام رکھا ہے **لَقَوْلُ الْبَلِيغِ فِي التَّحْذِيرِ عَنْ جَمَاعَةِ التَّبْلِيغِ** (عربی مطبوعہ الریاض ۱۹۹۳ء) میں پہلی دفعہ چھپی اور اب تک سعودی حکومت کے زیر انتظام چھپوائی جا رہی ہے چند نمونے مفتی سعودیہ کے تبلیغی جماعت سے متعلق ملاحظہ ہوں۔

۱۔ **أَمَّا جَمَاعَةُ التَّبْلِيغِ فَإِنَّهُمْ جَمَاعَةٌ بِدْعَةٌ وَضَلَالَةٌ وَلَيْسُوا عَلَى الْأَمْرِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ..... الخ** (القول البلیغ مطبوعہ الریاض ص ۷)

ترجمہ:- البتہ ایسی تبلیغی جماعتیں بدعتی اور گمراہ ہیں۔ اور اُس اُسوہ حسنہ پر یہ جماعتیں بالکل نہیں ہیں۔ جس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام تھے۔ ایسی تبلیغی جماعتوں نے اپنی مرضی سے اسلام کے پانچ ارکان کے ساتھ چھٹا رکن ملا دیا ہے۔ اور وہ کیا ہے؟ تبلیغی جماعتوں کے طریقہ کار کو اپنانا۔

(ص ۵۲ القول البلیغ مطبوعہ الریاض)

یہ ایسی تبلیغی جماعتیں اسلام اور اہل اسلام کی ایسی خیر خواہ ہیں کہ اسرائیل کے یہودی ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور مسلمان ملک مصر میں ان کا داخلہ بند۔ تیسرا نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

نشاط القادِ يَانِيَتَيْنِ وَالتَّبْلِيغِيَيْنِ مَمْنُوعٌ فِي مِصْرَ وَلَكِنْ فِي إِسْرَائِيلَ نَشَاطُ الْاِثْنَيْنِ مَسْمُوحٌ "بَلْ إِنَّ الْقَادِيَانِيَيْنِ لَهُمْ مُرْكُزٌ دَائِمٌ" فِي إِسْرَائِيلَ كَمَا أَنَّ

التَّبْلِيغِيَيْنِ لَهُمْ مَجْزَلَاتٌ شَبَهٌ دَائِمَةٌ فِي إِسْرَائِيلَ (ص ۱۱ القول البلیغ مطبوعہ الریاض)
ترجمہ:- مرزائی قادیانی اور ایسی تبلیغی جماعتوں کو اسرائیلی یہودی خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور مصر میں ان دونوں جماعتوں کا داخلہ بند ہے۔ اور اسرائیل میں جیسے قادیانی تبلیغی جماعت کے مرکز ہیں ویسے ہی "مزارات اولیاء سے نفرت کرنے والی" تبلیغی جماعت کے بھی اسرائیل میں مرکز ہیں۔ مدینہ منورہ میں ایسی تبلیغی جماعتوں نے مسجد نبوی کے مقابلے میں ایک مسجد تعمیر کر رکھی تھی مسجد نور جس کا نام رکھا۔

ایسی تبلیغی جماعتوں کے مراکز کی تمام مساجد میں کسی بھی دوسرے مسلک سے تعلق رکھنے والے مبلغ کو وعظ اور نصیحت کا ٹیکہ چر دینے کی اجازت نہیں اور خود مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ تمام مسالک کی مساجد میں بے روک ٹوک اپنا مشن جاری رکھنے دیا جائے۔ یہ کیسی تخریبی تبلیغ کہ اسلام کے اندر منافرت اور بغض و عناد کی وسیع فصلیں تیار کی جا رہی ہیں۔

جو تبلیغی جماعتیں پوجا اور تعظیم کی تمیز نہیں رکھتیں کہ پوجا کی تعریف کیا ہے اور تعظیم کی تعریف کیا ہے۔ مزارات اولیاء کی حاضری کو ایسے لوگ پوجا کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ ہر تعظیم عبادت نہیں اور ہر عبادت تعظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی تعظیم کرتے وقت جب تک پوجا کی نیت نہ کی جائے وہ شرک نہیں۔ اور نہ ہی اس میں کوئی قباحت ہے۔ بلکہ ایسی تعظیم بجالانے کی اسلام کی بنیادی تعلیم ہے جیسا کہ اولیاء کرام کے مزارات کی حاضری اور تعظیم کرنا۔ جیسا قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُعْظِمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (پارہ ۱۷)

ترجمہ:- اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا۔ ایسے لوگوں کے دل پر ہیزگار ہیں۔ انبیاء اولیاء و مساجد اور قربانی کا جانور صفا اور مردہ، کعبہ شریف، عرفات، آب زم

زم، حجر اسود، مقام ابراہیم یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں ان کی تعظیم تقویٰ کے بین ثبوت ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسی ملت نظر نہ آئے گی۔ جس میں تعظیم کو شرک کہا گیا ہو۔ لیکن بد قسمتی سے یہاں تو فوج در فوج کئی تبلیغی جماعتیں صرف یہی کام سرانجام دے رہی ہیں۔ کہ انبیاء اولیاء کی تعظیم اور عقیدت دلوں سے نکال دی جائے۔ تب انہیں تبلیغی مشن کامیاب نظر آتا ہے۔ جب تک سینوں میں عشق مصطفیٰ و محبت اولیاء جاگزیں نہیں ہوتی ہزاروں سال کی خدمت دین بھی بے کار ہے۔

﴿مدارِ نجات صحیح عقیدہ ہے مدارِ نجات نیک عمل نہیں ہے﴾

عقیدہ صحیح ہوگا تو عمل کارآمد ہے۔ ورنہ دونوں جہانوں میں بد مذہب گستاخ کی بربادی ہی بربادی ہے۔ دورِ حاضر میں اس قسم کی تخریبی تبلیغی گستاخ جماعتیں نہایت منافقت کا شکار ہیں۔

آغاز دنیا سے لیکر تاقیامت تین مشن جاری ہیں اور جاری رہیں گے۔

ایمان ، نفاق ، کفر

جیسا کہ سورہ بقرہ کے آغاز میں یہ تینوں مشن ترتیب وار موجود ہیں۔ کلمہ پڑھ کر ضروریات دین کے اہم ارکان عشق امام الانبیاء و محبت اولیاء سے نہ واقف مسلمان کو منحرف کرنا کون سی خدمت دین و رضائے الہی ہے۔ لہذا دورِ حاضر میں اس قسم کی تبلیغی جماعتیں جو سبق تو کلمہ شریف، نماز، روزہ کا دیں۔ لیکن انبیاء کرام کی عصمت و عظمت بالخصوص امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا مقام و نشان ہی دل سے نکالنے کی کوشش کریں۔ اولیاء کرام کی ذوات مقدسہ اور مزاراتِ عالیہ سے نفرت دلانے والی نظام مصطفیٰ

کی علمبردار اور مقام مصطفیٰ سے دستبردار ہوں۔ ایسی تبلیغی تنظیموں سے کوسوں دوری لازمی واجب ہے۔ بخاری شریف کی حدیث پاک میں موجود ہے کہ ہر آیت الکرسی کا سبق دینے والا صحیح العقیدہ نہیں ہوتا ان میں سے لٹیرے ڈاکر بھی ہوتے ہیں (عن ابی ہریرہ مشکوٰۃ شریف: جلد اول ص ۱۸۵) لہذا صحیح العقیدہ تبلیغی جماعتوں سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔

﴿کوئی تبلیغی جماعتوں میں شمولیت کرنی چاہیے؟﴾

جو نہ گستاخ رسول ہوں، نہ گستاخ صحابہ ہوں، نہ گستاخ اہل بیت ہوں، اور نہ گستاخ اولیاء، اور کردار کے لحاظ سے نہ دہشت گرد ہوں، نہ نفس پرست اور نہ منصب پرست کا شکار ہوں۔ ایسی جماعتوں سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ اگر بالفرض صحیح العقیدہ تبلیغی جماعت نہ مل سکے۔ تو بد عقیدہ کی مصاحبت اور دوئی بھی تو ایمان کے لیے زہر قاتل سے کھانے کا نقصان دہ ہے۔ عاشق رسول اور اولیاء کرام کا غلام ہو تو اسکی بات سنیے۔ ورنہ اکثر ایسی تبلیغی جماعتیں قرآن و حدیث اور دین کی باتیں سنانے کی آڑ میں سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان لوٹتے ہیں۔ کسی کا پیچھا اُس وقت چھوڑتے ہیں جب وہ مکمل گستاخ انبیاء اولیاء اور گستاخ صحابہ تیار ہو جائے۔ یا اسکے مقدر اسکو ایسے ڈاکوں سے نجات دلا دیں۔

(لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ)

اللہ کرنا ہر مسلمان کا ہر وقت لازمی فریضہ ہے۔ لیکن اس تبلیغ کو دورِ حاضر میں فرقہ واریت اور غارت اور دہشت گردی کے لیے مورچہ بنا کر اپنے اپنے تنظیمی اور ذیلی مفادات کے

لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ **الدِّينُ النَّصِيحَةُ** تبلیغ تو خیر خواہی ہے۔ لیکن دور میں اس قسم کی تبلیغ کا معاملہ برعکس ہے۔ اللہ تعالیٰ، ہم سب کو ایسی جماعتوں سے رابطہ کی توفیق عطا فرمائے جو عاشقِ رسول، محبِ صحابہ و اہلبیت اور گرویدہ اولیاء کرام ہوں ایسی تبلیغی جماعتوں سے قطعی کوئی رابطہ نہ رکھیں جو صحیح مزاراتِ اولیاء پر کبھی بھی حاوی دیتے نظر نہیں آتیں۔

سوال نمبر ۱۸:- قرآن و حدیث تک شرعی احکام کا دائرہ کار محدود رکھنے والے فرقوں سے کوئی فرد صرف قرآن و حدیث نبوی سے کیا خود کو **صَحِيحُ النَّسَبِ** ثابت کرے؟

تشریح:- قرآن و حدیث کے بعد تیسرا اصول دین ماننے والے تو اپنے صحیح النسب ہو کی شرعی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ کہ میری والدہ کا نکاح میرے باپ سے ہوا اور بزرگوں رشتہ داروں کی انفرادی اور اجتماعی گواہی موجود ہے۔ اور دائی بھی یہ گواہی دیتی ہے کہ اپنی ماں کی گود میں پیدا ہوا اور میرا نام اسی نسبتِ ولدیت سے رکھا گیا کہ میرا باپ فلاں ہے۔ اور معاشرہ میں رسم و رواج کے تحت ایسے آدمی کو حلال زادہ قرار دیا جاتا ہے۔ جس مسلمان کے نزدیک قرآن و حدیث کے بعد کوئی بھی چیز عمل یا فکر آنا قابل قبول ہے۔ وہ اپنا صحیح النسب حلالی ہونا قرآن و حدیث سے کیسے ثابت کرے گا؟

کیا قرآن و حدیث سے وہ ثابت کر سکتا ہے کہ اس کی والدہ بنت فلاں ہے اُس کا فلاں فلاں سے نکاح ہوا اور یہ آدمی اپنی والدہ فلاں بنت فلاں زوجہ فلاں اپنے ہی **مُحَمَّدٌ** شرعی خاوند کے گھر حیات ہی سے مادی اجزاء لیکر اپنی والدہ کی گود میں اُسی کے

سے پیدا ہوا۔ **فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا**۔

ایسا ہرگز نہیں اور نہ کبھی ہو سکے گا۔ قرآن و حدیث تک شرعی احکام کا دائرہ کار محدود رکھنے والا کسی بھی صورت اپنے آپ کو حلالی صحیح النسب ثابت نہیں کر سکتا۔ جب تک قرآن و حدیث کے علاوہ تیسرے قانون (بزرگوں کے فیصلے) کو تسلیم نہیں کرے گا۔ یعنی جب تک آپ سے بڑے والدین یا بزرگوں کی بات کو حرفِ آخر قرار نہیں دے گا، حلال زادہ ثابت نہیں ہو سکے گا۔ اور حلال زادہ یا حرامی ہونا اس پر دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے ہر قسم کے احکام لاگو کئے جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ دین اور دنیا دونوں سے مشترک طور پر ہمیشہ سے متعلق رہا ہے۔

سوال نمبر ۱۹:- نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے کبھی بدبو آئی ہو یا قضائے حاجت سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک سے بدبو دار غلاظت، گندگی خارج ہوئی ہو یا کسی نے دیکھی ہو کیا قرآن و حدیث نبوی سے ثابت ہے؟

تشریح:- قانونِ فطرت کے مطابق حیوانات اور انسانوں میں سے دنیاوی مطعومات کھانے والے اور دنیاوی مشروبات پینے والے کے جسم سے خوشبودار پسینہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ اور جو قانونِ فطرت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو۔ اور اُس کا پسینہ کستوری ساز ہو۔ اُس کے جسم کے ہضم شدہ مواد سے جُزوی یا فُجُوی طور پر گندگی برآمد نہیں ہو سکتی۔ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک صرف خوشبودار ہی نہ تھا بلکہ کستوری ساز تھا۔ احادیث صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ اطہر کو کستوری ساز کہا گیا، دیکھا گیا، سونگھا گیا اور فیض حاصل کیا گیا

وَهُوَ مِنْ أَطِيبِ الطِّيبِ

(نوٹ: ایسا مضمون اسی رسالہ کی حدیث نمبر ۶۰،۵۹ حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں)
لہذا سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق اُم المؤمنین سے لے کر حضرت ابو ہریرہ (پانچ ہزار سے زائد احادیث کے حافظ) تک تمام صحابہ کرام سمیت کسی سے بھی کہیں بھی ایسی حدیث روایت نہیں کی گئی جس سے ثابت ہو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک جسم اطہر سے کسی قسم کی کوئی گندگی یا غلاظت برآمد یا دبو آئی ہو۔

سوال نمبر ۲۰:- اسلامی مذہبی امامت، خطابت، تدریس کے امور انجام دینے پر ہر ماہ مقررہ تاریخ پر تنخواہ لینا یا عیدین پر معقول رقم یا ششماہی یا سالانہ اجناس غلہ کی وصولی یا قرآن وحدیث تک شرعی دائرہ کار محدود رکھنے والے مولوی کی کسی مذہبی اسٹیج یا جلسہ گاہ میں آمد پر پھول نچھاور کرنا یا بالخصوص مولوی صاحب کا نام لے کر زندہ باد کے نعرے لگانا اور لگوانا یا الاؤڈ سپیکر میں اسلامی تبلیغی وعظ و نصیحت کرنا یا الاؤڈ سپیکر میں خطبہ جمعہ وعیدین سنانا یا جمعہ المبارک کی دوسری اذان یا جمعہ کا خطبہ، ثانی یا فوت شدگان مسلمانوں کا جنازہ پڑھنے کیلئے مخصوص الگ جنازہ گاہ، کمرہ یا بلڈنگ بنانا اور اس میں جنازہ پڑھنا یا عید کی نماز پڑھنے کے لئے کوئی الگ جگہ یا بلڈنگ بطور عید گاہ تیار کرنا کیا قرآن وحدیث نبوی سے کہیں بھی ثابت ہے؟

تشریح:- قرآن وحدیث (دونوں چیزوں) پر تمام شرعی احکام کا دار و مدار رکھنے والے اپنے فتویٰ کے مطابق بے شمار بدعتوں اور گمراہیوں کا خود شکار ہیں۔ اور وہ فتویٰ سنائیوں پر لگاتے ہیں۔ جن کے اصول دین ہی چار ہیں قرآن۔ حدیث۔ اجماع امت۔ قیاس یعنی بزرگان دین محققین کے اجتماعی اور اجتہادی فیصلے۔

اسلامی مذہبی امامت، خطابت، تدریس کے امور انجام دینے پر مقررہ تاریخ پر تنخواہ وصول کرنا۔ قرآن وحدیث نبوی میں کہیں بھی ثابت نہیں۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ پر معقول رقمیں ششماہی یا سالانہ اجناس غلہ کی وصولی اور مطالبہ۔ اسلامی اصولوں میں سے تیسرے اور چوتھے اہل سنت و جماعت والے اصول کے مطابق جائز ہے۔ صرف دو اصول پر پابند رہنے والے کیلئے ایسے امور بدعت ہی رہیں گے۔ اتنی بدعتیں اور اتنی بے ہودگی اور بے راہروی کا شکار رہنے والوں کو یہ چیزیں قرآن وحدیث میں نہ ملیں تو کوئی بات نہیں کیونکہ یہ ان کے گھر کا مسئلہ ہے۔ لیکن درباروں پر حاضری، ختم شریف، الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ جیسی چیزیں قرآن وحدیث میں نہ ملیں تو فوراً سنائیوں پر بدعت و شرک کے فتویٰ جزدیتے ہیں۔ اسلام سے کتنی بڑی غداری ہے۔

کسی بھی واعظ یا مبلغ مولوی کی آمد پر کسی بھی اسلامی مذہبی اجتماع میں مولوی صاحب زندہ باد کے نعرے لگانا قرآن وحدیث میں کہیں بھی موجود نہ ہے۔ یا الاؤڈ سپیکر میں خطبہ جمعہ وعیدین و جمعہ کی دوسری اذان و خطبہ و وعظ و نصیحت کرنا قرآن وحدیث میں کہیں بھی موجود نہ ہے۔ الاؤڈ سپیکر اور بجلی کا مسجد میں کنکشن لگوا کر بل بجلی کو ثواب سمجھ کر رقوم اکٹھی کرنا قرآن وحدیث میں کہیں بھی نہیں۔

نکتہ

بعض اوقات ایسے بے مہار لوگ یہ جواب دیتے سنے جاتے ہیں۔ کہ ”جی ہم ایسے کام جو قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ انہیں ہم ثواب سمجھ کر نہیں کرتے۔“ حالانکہ یہ ان کی شاطرانہ پالیسی اور نوسر بازی ہے۔ اگر ایسے ہی ہے۔ تو ایسے کاموں کیلئے فنڈز اور پیسے

اکٹھے کرنے سے پہلے اعلان کر دیں۔ کہ شرعی طور پر ثواب نہیں ملے گا۔ بغیر ثواب کی نیت کے ہم پیسے اکٹھے کر رہے ہیں۔ آپ کو ثواب نہیں ہوگا تو پھر یہ دیکھیں گے کہ مولوی صاحب کی تنخواہ اور اجناس غلہ کیسے اکٹھے ہونگے؟ ایسے ہی جنازہ پڑھنے کیلئے یا پڑھانے کیلئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمرہ یا بلڈنگ کی شکل میں کسی قسم کی کوئی مخصوص جنازہ گاہ نہیں تعمیر کروائی۔ اور کسی قسم کی جنازہ گاہ کا زمین رسالت میں وجود نہ ہے۔ ایسے ہی عید کی نماز پڑھنے کے لئے کوئی بھی عید گاہ تیار کرنا قرآن وحدیث نبوی سے ثابت نہ ہے لہذا قرآن وحدیث تک حد بندی کرنے والوں کے لئے اس سوال میں مذکورہ امور میں سے کسی امر کو اپنانا ہر حال ناجائز ہی رہے گا۔ ایسے لوگوں کے لئے بالخصوص کسی بھی

جنازہ گاہ میں جنازہ پڑھنا یا کسی عید گاہ میں عید کی نماز پڑھنا بدعت اور حرام ہی رہے گا سوال نمبر ۲۱: کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قولی، مرفوع، صحیح ایسی حدیث ثابت ہے؟ جس میں ترتیب وار کلمہ کے یہ الفاظ ’لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلَىٰ وَلى اللَّهِ وَصِیُّ رَسُولِ اللَّهِ وَخَلِیفَتُهُ بِلا فصل‘ موجود ہوں اور ایسی حدیث کی سند و متن پر ماہرین فن اسماء الرجال کو کوئی اعتراض نہ ہو؟ تشریح:۔ مسلمان ہونے کے ابتدائی دو بڑے رکن ہیں۔

(۱) توحید:۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک ایک ایسا بے مثال خدا ماننا جس کے علاوہ اور کوئی نہ معبود ہو سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کا شریک ہو سکتا ہے۔
(۲) رسالت:۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا بے مثال بندہ اور رسول ماننا۔

اور اس مفہوم کے اقرار کیلئے ’لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ‘

تک اکٹھے اور متفرق الفاظ بھی قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ لیکن ان مزید الفاظ کیساتھ ’عَلَىٰ وَلى اللَّهِ وَصِیُّ رَسُولِ اللَّهِ وَخَلِیفَتُهُ بِلا فصل‘ کہیں بھی قرآن پاک یا کسی مرفوع، قولی صحیح حدیث میں موجود نہیں ہے۔ یہ زائد الفاظ کلمے میں داخل کرنے والے دور حاضر کے وہی لوگ ہیں۔ جو قرآن پاک کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے تین وزرائے اعظم سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سیدہ عائشہ صدیقہ بنتِ صدیق صلوات اللہ علیہا جیسی پاک ہستیوں پر لعنت بھیجتے ہیں (معاذ اللہ)۔ اور ان کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ اور ان کے ایمان اور پاک دامنی پر شک کرتے ہیں۔ جن کو قرآن پاک میں کلمے الفاظ میں ایمان دار اور بے داغ صحابی قرار دیا گیا ہے۔ اور ایسے لوگ اہل بیت رسول پاک سے محبت کا معنوی جھنڈا اٹھائے پورے سال بعد ایک دفعہ مارے مارے پھرتے دیکھے جاتے ہیں۔ کہ ہم کو لوگ محبت اہل بیت مان لیں۔ حالانکہ یہی لوگ دشمنان اہل بیت ہیں۔ جو اہل بیت کے بیشتر فیصلوں کو نہیں مانتے۔ ایسے لوگ صرف اہل بیت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی منکر نہیں بلکہ صحابہ کرام اور قرآن پاک کے بھی منکر ہیں۔

خَلِیفَتُهُ بِلا فصل۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے بغیر کسی وقفے کے دائمی خلیفہ ہیں۔ یعنی یہ گستاخ صحابہ لوگ پہلے تینوں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان کو ڈاکو اور غاصب سمجھتے ہیں۔ کہ مولیٰ علی سے پہلے ان تینوں خلیفوں نے زبردستی خلافت چھین لی۔ اہل بیت یہ ہے کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے ان تینوں خلیفوں کی بیعت کر کے ان کے پیچھے کس سال نمازیں ادا کر کے فیصلہ صادر فرما دیا۔ کہ پہلے تینوں خلفائے راشدین حق کے

امام تھے۔ دور حاضر کے جعلی محبان اہل بیت جو پورے سال بعد اہل بیت سے محبت اعلان کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی عبادت گاہوں کے مین گھیوں پر مونے جلی حروف میں یہ مصنوعی اور بناوٹی کلمہ لکھا پایا جاتا ہے۔ جو کہ اہل بیت سے صحیح معنوں میں محبت رکھنے والے نہیں ہیں۔ ایسا کلمہ نہ اہل بیت نے پڑھا نہ پڑھایا نہ تعلیم دی نہ ایسے کلمہ کی تصدیق اور نہ یہ کلمہ صحابہ کرام نے پڑھا اور نہ حضور سرور عالم ﷺ نے ہی ایسے کلمے کی تعلیم دی۔ اہل بیت کے ذہن میں ان الفاظ کا تصور تک موجود نہ تھا۔ لہذا خود ساختہ جعلی کلمہ والوں سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنا ایمان محفوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿ضروری نوٹ﴾

جن اکیس سوالات کو بطور چیلنج تحریر کیا گیا اور ان میں سے کسی ایک سوال کے مثبت تحت اللفظ جواب پر پانچ صد روپے انعام کا اعلان کیا گیا وہ اکیس سوالات اور ان کی تشریح ختم ہوئی۔

﴿معلوماتی سوالات﴾

اسلامی اصلاحی، معلوماتی اکیس سوالات

۱۔ **وَمَا أَهْلٌ بِهِ لِيُغَيِّرَ اللَّهُ** کا کیا واقعی یہ مفہوم ہے کہ جس چیز کی بھی نسبت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف ہو وہ ممنوع، حرام یا دائرہ شرک میں داخل ہو جاتی ہے؟

۲۔ باجماعت نماز ادا کرتے وقت مقتدی کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ فاتحہ یا مطلق قرات (قرآن پاک) کرنے سے کیا منع نہیں کیا؟

۳۔ کیا نماز کے اندر رفع یدین کرنے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہیں کیا؟

۴۔ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ننگے سر نماز پڑھنے کی بجائے سر پر پگڑی باندھ کر نماز پڑھنے کو ترجیح نہیں دی؟

۵۔ محدثین اور مفسرین خود بھی کیا تقلید اور شخصی تقلید کے قائل تھے؟

۶۔ کیا نور بشر یا بشر نور ہو سکتا ہے؟

۷۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی کیا غیب کا علم جانتا ہے؟

۸۔ ہمارے آقا مولیٰ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد امجاد کتنی تھی؟

۹۔ اپنے دور خلافت میں حضرت مولیٰ علی شیر خداؑ نے باغ فدک اپنی اور دیگر افراد اہل بیت کی ملکیت میں کیوں نہیں لیا؟

۱۰۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کو کیا

سمجھ کر اپنی خلافت کا حق اُن کے سپرد کیا؟

۱۱۔ قرآن پاک کی کچھ آیات اور الفاظ کا لغت (گرامر) کے لحاظ سے لفظی ترجمہ کیا واقعی ناممکن ہے؟

۱۲۔ تمام امور دین و دنیا کی ابتداء و انتہاء کو سپردِ خدا کرتے وقت ساتھ ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام پاک شامل کرنا کیا واقعی شرک ہے؟

۱۳۔ کیا واقعی بارہ ربیع الاول کو مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی (معاذ اللہ) خوشیاں مناتے ہیں؟

۱۴۔ کیا بارہ ربیع الاول کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا دن ہے؟
۱۵۔ اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ میں دورِ حاضر کی بے لگام فرقہ واریت کو کم کرنے کے لیے کیا کوئی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے؟

۱۶۔ ایک سو چودہ سورتوں والا قرآن پاک جو اُمّتِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ صَلَواتُہِ اَلْفُ اَلْفُ تَحِیَّۃٌ کے پاس موجود قرآن ہی کیا اصل اور مکمل قرآن ہے؟

۱۷۔ مُرْتَد کافر کو اپنا امام ماننے والے کو کیا مسلمان ہی کہیں گے؟

۱۸۔ کیا اسلام کی تمام فکری و نظری حدود میں سیکولر ازم کا کوئی بنیادی یا اضافی عمل دخل ہو سکتا ہے؟

۱۹۔ دورِ حاضر اور خواتین میں پردہ کی بنیادی حدود کیسے قائم رکھی جاسکتی ہیں؟

۲۰۔ کیا حرامی سچ بھی بولتے ہیں؟ کیا قرآن وحدیث پڑھ کر سُنانے والا بھی گستاخِ رسول ہو سکتا ہے؟

۲۱۔ کیا ہر مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے؟

☆ اسلامی اصلاحی، معلوماتی اکیس سوالات کی تشریح ☆

سوال نمبر ۱۔ وَمَا أَهْلَ بِهِ لِنَبِيِّ اللَّهِ قرآن پاک کی مختلف آیات کا حصہ یہ الفاظ وَمَا أَهْلَ بِهِ لِنَبِيِّ اللَّهِ کا ترجمہ اور مفہوم کیا واقعی یہ ہے؟ کہ جس چیز کی بھی نسبت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کی طرف ہو وہ چیز حرام، ممنوع، دائرہ کفر و شرک میں داخل ہو جاتی ہے؟ جواب۔ وَمَا أَهْلَ بِهِ لِنَبِيِّ اللَّهِ قرآن پاک میں چار جگہوں پر مختلف آیات کا حصہ ہے۔

(۲، ۶، ۷، ۱۲، ۱۳، ۱۴)

وما أَهْلَ بِهِ لِنَبِيِّ اللَّهِ کے لفظی ترجمے پر اکتفا کرنے کی بجائے صرف بزرگانِ دین کے دیئے ہوئے تفسیری ترجمہ پر ہی انحصار کیا جائے گا۔ اگر صرف لفظی ترجمے پر انحصار کیا گیا تو عقل و نقل کی رو سے مسلم ہے۔ کہ کائنات کی بیشتر چیزیں حرام قرار پائیں گی۔ خانہ کعبہ، بیت اللہ شریف کے گھر کے دروازوں کی نسبت خالص غیر اللہ کی طرف ہے۔ مثلاً باب عبد العزیز اور باب فہد گھر تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور دروازہ ملک عبد العزیز کا گھر تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور دروازہ شاہ فہد کا ہے۔ زمین کی ملکیت اور جائیدادوں کی نسبت اور ملکیت انسانوں کی طرف جانوروں کی مالکی کی نسبت مختلف انسانوں (غیر اللہ) کی طرف وغیرہ وغیرہ۔ یہ مجازی نسبتیں ہیں ایسی نسبتوں سے کوئی قباحت کفر یا بدعت یا شرک ثابت نہیں ہو سکتا وَمَا أَهْلَ بِهِ لِنَبِيِّ اللَّهِ کا صرف لفظی ترجمہ کیا جاسکتا ہی نہیں۔ بلکہ قرآن پاک کی متعدد آیات کریمہ کا لفظی ترجمہ نہیں کیا جاسکتا

تفسیری مرادی ترجمہ بزرگانِ دین کی کرم نوازی ہے۔ اور ایسے مواقع پر تفسیری مرادی ترجمہ ہی صحیح رہتا ہے۔ مثلاً ظن بمعنی یقین بھی ہے اور بمعنی شک بھی ہے اور لفظ قسط بمعنی انصاف بھی ہے اور بمعنی ظلم بھی ہے۔ اور ضلالت بمعنی محبت بھی ہے اور بمعنی گمراہی بھی۔ اور یہ مناظر قرآن پاک میں موجود ہیں مثلاً۔

حوالجات

- ا۔ قَالُوا تَا لَلَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ
ب۔ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ
ج۔ أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ه
د۔ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقَوْنَ بِهِمْ ه
ه۔ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ه
و۔ وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ه
ز۔ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ ه
ح۔ وَآمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ه
ط۔ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا
وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ -

ی۔ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَعُضِلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ -

زوج بمعنی خاوند۔

ایسی اور بیشمار مثالیں قرآن پاک میں موجود ہیں کہ جن آیات کا لفظی ترجمہ نہیں صرف

مرادی تفسیری ترجمہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ اور بعض اوقات ایک ہی لفظ کا جو ترجمہ ایک جگہ پر کیا گیا ہے دوسری جگہ پر اسی لفظ کا ترجمہ بالکل برعکس کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ قرآنی آیات کی مثالوں میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ ایسے ہی وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ - کا لفظی ترجمہ نہیں صرف مرادی تفسیری ترجمہ ہی کیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر ابن عباسؓ سے لیکر آج تک چوٹی کی عربی، فارسی تفسیروں میں وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ کا ترجمہ تفسیری مرادی ہی کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ أَيُّ ذُبِحَ لَغَيْرِ اللَّهِ عَمْدًا لَّا ضَنَامَ
(ص ۲۲ البقرہ تفسیر ابن عباس)

ترجمہ: یعنی جان بوجھ کر ارادے سے بھوں کیلئے جو جانور اللہ کے غیر کا نام لے کر ذبح کیا جائے وہ جانور حرام ہے۔

تفسیر ابن جریر میں بھی یہی ترجمہ أَهْلُ الفاعل کی چاروں جگہوں پر کیا گیا ہے۔ ایسے ہی تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی (ص ۳۸۱) مطبوعہ مصر اور تفسیر خازن عربی۔ تفسیر روح البیان عربی۔ تفسیر جامع البیان عربی۔ تفسیر دُرّ منثور۔ تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر مدارک عربی۔ تفسیر روح المعانی عربی۔ تفسیر مفردات راغب۔ تفسیر جمل۔ تفسیر جلالین عربی۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر ظلال القرآن عربی۔ تفسیر ابن کثیر عربی۔ تفسیر بیضاوی عربی۔ تفسیر کبیر۔ جصاص عربی۔ تفسیر فتح القدیر شوکانی۔ تفسیر کشاف۔ تفسیرات احمدیہ۔ تفسیر کنز الایمان اردو۔ اور تفسیر فتح الرحمن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ کا قرآن کی چاروں جگہوں پر ان الفاظ میں ترجمہ اور تفسیر کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو
إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَيْزُورِ وَمَا أَهْلٌ بِهِ

لَغَيْرِ اللَّهِ (۶ پ مائدہ)

ترجمہ و تفسیر: جُزْأَيْنِ نیست کہ حرام کردہ است بِرِشْمِزِ دَاوَرِ اَوْثُونِ رَاوِ گوشتِ مُخَوکِ رَاوِ آنچہ آواز بلند کردہ شود در ذَنخِ وے بغير خدا۔ ص ۳۱ تفسیر فتح الرحمن مفسر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ترجمہ اردو۔ بیشک تم پر حرام کر دیا گیا ہے مُردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر بوقتِ ذَنخِ غیر اللہ کا نام لیا گیا۔ اور فَوْزِ الکبیر فی اصول التفسیر میں بھی شاہ ولی اللہ نے وَمَا اُھْلٌ کا ترجمہ یہی کیا ہے اُھْلٌ اِیْ ذُبِحَ ص ۱۳۹ فَوْزِ الکبیر۔

تفسیر فتح البیان میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالوی نے بھی وَمَا اُھْلٌ کا یہی تفسیری ترجمہ کیا ہے۔

ذُبِحَ لِلاَّ ضَمَامٍ وَالطَّوَاعِیْثِ وَصَحِیْحٌ فِیْ ذِبْحٍ لِّغَيْرِ اللَّهِ

(۲۲۲ ص تفسیر فتح البیان مطبوعہ حیدرآباد)

ترجمہ: یعنی جو جانور بتوں کے لئے شیطین کیلئے ذَنخِ کیا جائے۔ اور صحیح تفسیر وَمَا اُھْلٌ کی یہی ہے کہ اللہ کے غیر کیلئے جو چیز ذَنخِ کی جائے یعنی ذَنخِ کرتے وقت اللہ کے غیر کا نام پکارا جائے یہ نواب صدیق حسن بھوپالوی صاحب دور حاضر کے مسلک اہلحدیث کے مایہ ناز مفسر قرآن ہیں۔

تفسیر تدریس القرآن اُردو: امین احسن اصلاحی مکتب دیوبند۔ وَمَا اُھْلٌ بِہِ لِّغَيْرِ اللَّهِ یعنی کسی چیز کو غیر اللہ کے نام سے ذَنخِ کرنا۔ تفسیر القرآن اُردو: مکتب دیوبند کے حکیم الامت مولانا اشرف تھانوی وَمَا اُھْلٌ بِہِ لِّغَيْرِ اللَّهِ یعنی: اور جس پر ذَنخِ کرنے میں کسی کا نام سوائے خدا پکارا جائے۔ (تفسیر القرآن)

کسی چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف کی جائے تو حرام نہیں ہوتی۔ نہ کفر

و نہ شرک کا سبب ہی بنتی ہے۔ دورِ حاضر میں کچھ لوگوں کو عجیب قسم کا خبط بر باد کر رہا ہے۔ کہ جس چیز کی بھی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو جائے وہ حرام ہے۔ اصل مقصد ان لوگوں کا یہ ہے۔ کہ جو لوگ اولیائے کرام کی بارگاہ میں صدقہ کے جانوروں، طعام، خیرات وغیرہ پکا کر یا ویسے ہی کسی جانور کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ بکرایا چھترا یا گائے یا نیاز داتا صاحب کی ہے۔ یا حضور غوث پاک کی ہے۔ (بطور ایصالِ ثواب) تو یہ غیر اللہ کی طرف نسبت ہے لہذا حرام۔ حالانکہ جمہور، مفسرین بزرگانِ دین کے کئے ہوئے تفسیری تراجم اور تفاسیر کے ہاں بالکل خلاف ہے۔ ذرا عدل و انصاف ضمیر میں قائم رہے تو خرابی نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کے گھر بیت اللہ شریف کا دروازہ شاہ فہد کا۔ دروازہ ہے باب فہد اور خانہ کعبہ بیت اللہ شریف گھر تو اللہ کا ہے اور دروازہ ملک عبدالعزیز کا باب عبدالعزیز۔ گھر کے اندر جانا ہو تو شاہ فہد اور ملک عبدالعزیز کے دروازے سے جانا پڑے یہ شرک نہیں کفر نہیں کوئی قہارت نہیں تو غوث پاک کے در دولت سے گزر کر اللہ تعالیٰ تک رسائی کیوں شرک ہے؟ داتا علی بن عثمان گنج بخش بجویری کے دروازے پر حاضر ہونے سے خدا کیوں نہیں مل سکتا؟ فرید الدین گنج شکر کے دروازے سے گزر کر اللہ تعالیٰ تک رسائی کیوں نہیں ہو سکتی؟ یحییٰ ہو سکتی ہے۔ جیسا شاہ فہد اور ملک عبدالعزیز کے دروازوں سے گزر کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں داخلہ مل سکتا ہے۔ ایسے ہی اولیائے کرام کے در دولت پر حاضری دینے سے اللہ تعالیٰ مل جاتا ہے۔ منوثر بالذات یا عطا کرنے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ البتہ مجازی طور پر انبیاء کرام اور اولیاء کرام مطلق مجاز و مازون من اللہ ہوتے ہیں اللہ کی اجازت سے محتاط مل ہوتے ہیں۔ اگر ایسے نہیں اور مَا اُھْلٌ کا لفظی ترجمہ اور اس کا مفہوم قائم رکھا گیا تو جس چیز کی بھی نسبت غیر اللہ کی طرف کی گئی ہو حرام اور کفر کے دائرہ میں داخل ہو

جائے گی۔ مثلاً مسجد نبوی۔ مسجد عائشہ۔ مسجد ابراہیم۔ مسجد جن۔ اور جامع مسجد فاروقی جامع مسجد صدیقی وغیرہ حالانکہ **وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ** قرآن کہہ رہا ہے کہ تمام مساجد اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ یہ مساجد اور ان میں اب تک کی گئی عبادت کس شمار میں ہوگی۔ اور پھر ایسا بھی کرنا ہوگا اگر **أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ** کو اولیائے کرام اور ان کے مزارات پر حاضری اور وہاں صدقات و خیرات نذر و نیا زد وغیرہ پر ہی چسپاں کرنا ہے تو خانے کعبے کے دروازوں سے غیر اللہ کا نام منادیا جائے باب فہد اور باب عبد العزیز کی جگہ باب الکعبہ یا باب بیت اللہ یعنی اللہ کے گھر کا دروازہ لکھا جائے لہذا روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ **وَمَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ** کا ترجمہ یہی ہے کہ جس جانور کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ وہ جانور حرام ہے اور جن الفاظ قرآنیہ و آیات طیبہ کا ترجمہ آئمہ مفسرین و محدثین نے تفسیری مرادی ترجمہ کیا ہے وہاں لفظی ترجمہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہوتی۔

﴿ایمان افروز قرآنی نکتہ﴾

قرآن پاک میں اس مجازی نسبت کی ایک اور مثال بھی ہے سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے تو فرمایا۔

إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا

(پ ۱۶ ص مریم)

ترجمہ: اے مریم علیک السلام مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تاکہ میں تجھے پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔ بلا واسطہ بیٹا عطا کرنے کی نسبت (**لَأَهَبَ لَكِ**) جبرائیل علیہ السلام نے اپنی طرف کی۔ مطلب یوں ہوا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام جبرائیل بخش تھے (جبرائیل کی عطا) جبرائیل علیہ السلام نے عطا کیا تھا۔ ایسے ہی حضور غوث پاک و اہل صاحب و دیگر اولیائے

کرام کی طرف ڈائریکٹ بلا واسطہ نسبت کیوں نہیں کی جاسکتی۔ جبرائیل نے بیٹا دیا داتا نے بیٹا دیا غوث نے بیٹا دیا۔ حقیقت میں دینے والا اللہ ہی ہے لیکن ایسی مجازی نسبت کا عقیدہ رکھنے والے ستم زدہ مسلمان پر کفر شرک کا فتویٰ کیوں لگایا جائے؟

لَهَذَا وَمَا أَهْلَ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ کا ترجمہ مرادی تفسیری ہی کیا جائے گا۔ یعنی جس جانور پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا وہ حرام ہے۔ اس مقام پر **وَمَا أَهْلَ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ** کی لفظی ترجمہ کی ایسی قطعاً کوئی گنجائش نہ ہے۔

﴿جلیل القدر صحابی رسول مفسر قرآن۔ اور دور حاضر کے سنی﴾

امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ آئندہ کچھ بد فطرت مولوی ہوں گے جو بتوں اور شیاطین کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو انبیاء کرام و اولیاء کرام پر زبردستی ٹھونس دیں گے۔ دور حاضر کے بد قسمت اندھے فتنہ پرور لوگ سارے قرآن سے ہی یہی سلوک کر رہے ہیں۔ جن آیات مبارکہ کو تمام آئمہ تفسیر و حدیث بتلا رہے ہیں۔ کہ یہ آیتیں بتوں اور کفار کے حق میں نازل ہوئیں۔ وہ ہی آیات اولیائے و انبیاء پر ان کو بت غیر اللہ کہہ کر انہی پر ٹھونس دیتے ہیں۔ اور اعلان کئے جارہے ہیں۔ کہ یہی توحید ہے۔ بتوں، شیاطین، غوث یا انبیاء اولیاء کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا جائے تب توحید مکمل ہوگی۔ ایسی توحید

سے خدا کی پناہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ** ۵

سوال نمبر ۲۔ کیا باجماعت نماز ادا کرتے وقت متقدمی کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے یا قرات کرنے سے منع نہیں کیا؟

جواب نمبر ۲۔ سورۃ فاتحہ واجب اور مطلق تلاوت قرآن نماز میں فرض ہے۔ اس کے بغیر نماز

قبول نہیں۔ لیکن باجماعت نماز پڑھتے وقت امام کے پیچھے نمازی کو تلاوت قرآن یا فاتحہ پڑھنے سے احادیث میں منع فرمادیا ہے۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی چیز تنبیح و تنجید، قعدہ، میں التحیات، دُرود اور دعاؤں سے امام کے پیچھے منع نہیں فرمایا۔ قرآن پاک کی نص صریح سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ** (۹ پ)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو کہ تم پر رحم کیا جائے۔ ابن تیمیہ اور ائمہ مفسرین کی کثیر تعداد نے اس آیت کریمہ کا تعلق بالخصوص نماز کے ساتھ بیان کیا ہے فتاویٰ ابن تیمیہ میں اس بات کو منصوص قرار دینے کے علاوہ حدیث پاک ملاحظہ ہو۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً (رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ مَعَانِي الْأَثَارِ ص ۱۴۹) وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيُّ فِي الْمَثْوَوِّ وَالذَّارُ قُطْنِيٍّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ: ص ۱۱۳ اَثَارُ الشَّيْبَانِيِّ لِلنَّيْمَوِيِّ وَرَوَاهُ مِنَ الصَّحَابَةِ ثَمَامُ بْنُ جَابِرٍ وَأَبْنُ عُمَرَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَأَبْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَسُ وَعَلِيٌّ وَعُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَأَقْوَاهَا حَدِيثُ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ص ۱۱۳ اَثَارُ الشَّيْبَانِيِّ لِلنَّيْمَوِيِّ

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نمازی کا امام ہے۔ تو امام کی قراءت

نمازی کی قراءت ہے۔ اس حدیث کو امام طحاوی نے اپنی کتاب معانی الآثار میں روایت کیا ہے۔ اور اسی حدیث کو امام محمد بن حسن شیبانی نے اپنی کتاب ۱۰۰۰ احادیث میں اور دارقطنی محدث نے بھی اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔ اور اس مضمون کی احادیث صحابہ کرام میں سے آٹھ صحابیوں سے مروی ہے۔

۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری ۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ۳۔ حضرت ابو سعید خدری ۴۔ حضرت ابو ہریرہ ۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ۶۔ حضرت انس بن مالک ۷۔ حضرت علی بن ابی طالب ۸۔ حضرت عمران بن حصین رضوان اللہ علیہم اجمعین امام میں سے سند اور متن کے لحاظ سے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اور یہ تحقیق محدث نبوی متوفی ہجری ۱۳۲۲ نے اپنی کتاب اثار السنن میں تحریر فرمائی ہے۔

ضروری نوٹ: امام بخاری کے استاد احمد بن منیع محدث نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری والی روایت کو اپنی مسند میں صحیح لکھا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے میں شک نہیں۔ اور یہ بات چیلنج ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بھی ایسی صحیح روایت کوئی حدیث (جس کے متن اور سند پر ماہرین اسماء الرجال کو کوئی اعتراض نہ ہو) کی بھی انتہی کو حکم نہیں دیا کہ نماز میں جب امام پڑھے (فاتحہ یا مطلق قرأت قرآن) تو ہم اس کے پیچھے سورۃ فاتحہ یا تلاوت قرآن کرو۔ بلکہ فرمایا

وَإِذَا قُرِئَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوا۔ اور جب امام قرآن پڑھ رہا ہو تو تم خاموش ہو جاؤ (صحیح مسلم شریف ص ۷۴ ج ۱)

ترجمہ: اور جب امام پڑھ رہا ہو تو تم خاموش رہو۔

سوال نمبر ۳۔ نماز کے اندر (سوائے تکبیر تحریمہ کے) رفع یدین کرنے سے کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہیں کیا ہے؟

جواب نمبر ۳۔ ابتداء اسلام میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے اندر رفع یدین کیا تھا۔ اس کی تائید میں بہت سی صحیح احادیث موجود ہیں۔ لیکن بعد میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے اندر مطلق رفع یدین سے منع فرمایا۔ ان تمام حقائق کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بھی امتی کو رفع یدین کرنے کا حکم نہیں دیا۔ البتہ بیشمار احادیث جواز کے عمل کو روکنے کیلئے نبی کا ایک ہی حکم ممانعت کافی ہوا کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُنا وَكَيْعُ (ابن الجراح) عَنْ سُفْيَانَ (ابن عُيَيْنَةَ) عَنْ عَاصِمِ بْنِ كَلِيبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَلَا أَصَلَّى بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْتُ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَسَنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ص ۳۵ ج ۱ وَرَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَقَالُوا هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ ص: ۱۵۴ مَعَانِي الْأَثَارِ الْمَعْرُوفِ طَحَاوِيُّ شَرِيفٌ أَيْضاً رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ص ۱۸۲ ج ۲ وَص ۱۳۳ ج ۱ وَابُودَاوُدَ ص ۱۱۶ ج ۱

ترجمہ۔ حضرت علقمہ روایت کرتے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کیا میں تمہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ تو انہوں نے نماز پڑھی سوائے تکبیر تحریمہ کے پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں لکھا

ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائے نماز اور لوٹا اٹھانے والے نعلین پاک اٹھانے والے ساتھ رہنے والے تھے۔ اس حدیث کو تین محدثین نے بیان کیا ہے اور صحیح قرار دیا۔

حدیث نمبر ۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْمُغِيرَةِ قَالَ قُلْتُ لِابْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ حَدِيثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ إِنْ كَانَ وَائِلٌ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَرَّةً فَقَدْ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ خَمْسِينَ مَرَّةً لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ۔

(ص ۱۵۴ طحاوی شریف و صفحہ ۳۵ جلد اول ترمذی شریف)
ترجمہ۔ حضرت مغیرہ نے حضرت ابراہیم نخعی تابعی سے ایک دفعہ کہا کہ وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کیا۔ اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین کیا تھا۔ حضرت ابراہیم نخعی تابعی عظیم محدث و مفسر قرآن نے فرمایا اگر وائل بن حجر نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دفعہ رفع یدین کرتے دیکھا ہے۔ تو کیا ہوا؟ حضرت عبداللہ بن مسعود، صاحب نعلین، صاحب وجاہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (جو ہر وقت پاس رہتے تھے) پچاس مرتبہ دیکھا ہے نماز پڑھتے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳. عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَرَأَى قَوْمًا يُصَلُّونَ وَقَدْ رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ فَقَالَ مَالِيَ أَرَأَيْتُمْ تَرَفَعُونَ أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَُا أَذُنُ نَابِ خَيْلٍ شَمْسٍ أُسْكِنُوا فِي الصَّلَاةِ

(ص ۳۰۹ طحاوی شریف ایضاً ص ۱۸۱ ج ۱ مُسْلِم شریف)
ترجمہ۔ حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور رفع یدین کر رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کیا ہوا؟ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ جیسے سرخ رنگ کے گھوڑے اپنی ذمہ ہلاتے ہیں نماز میں سکون کرو، احادیث کا اگرچہ ایک خاص واقعہ سے تعلق ہے۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نماز سے فراغت پر سلام پھیرتے وقت ہاتھ سے اشارہ کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر منع فرمایا تو پوری نماز میں رفع یدین کرنے سے منع فرمادیا کہ پوری نماز کے دوران ہی رفع یدین مت کرو حدیث کے الفاظ پر غور کیجیے کہ (أُسْكِنُوا فِي الصَّلَاةِ) پوری نماز میں سکون کرو۔ رفع یدین مت کرو۔ البتہ یہ واقعہ ممانعت رفع یدین کا دو مقامات پر ہوا۔ ایک دفعہ تو سلام کے وقت رفع یدین کرتے دیکھا کہ صحابہ کرام کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلق رفع یدین سے منع اور نماز میں سکون کا حکم دیا۔ دوسرا واقعہ یوں ہے صحابہ کرام فرماتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ہم نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر منع فرمایا کہ رفع یدین مت کرو۔

اور فرمایا ہاتھ اٹھا کر (رفع یدین) ایک دوسرے کو سلام کہنے کی بجائے صرف منہ سے کہہ

اللہ السلام علیکم ورحمت اللہ یہی کافی ہے۔ اسکے علاوہ بہت سے محدثین نے منسوخی احادیث رفع یدین کے ثبوت میں بھی مضمون مختلف صحیح الاسناد کے طریقوں پر احادیث لکھی ہیں۔

مسند امام احمد بن حنبل ص ۳۸۷ ج ۱ و مسند امام اعظم ص ۳۵۲ ج ۱ و مسند ابویعلیٰ ص ۳۶ ج ۵ و مؤطا امام محمد ص ۹۰ و دارقطنی ص ۳۹۹ ج ۱ و سنن کبریٰ بیہقی ص ۲۸ ج ۲ و مصنف عبدالرزاق ص ۷۱ ج ۲ و مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶ ج ۱ و میزان الاعتدال ذہبی ص ۳۹۶ ج ۳

رفع یدین کے قائل حضرات اگر واقعی حدیث کے بالخصوص امام بخاری کے ماننے والے ہیں۔ تو امام بخاری نے بذریعہ ثقہ راویوں کے دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کی صحیح حدیث ذکر فرمائی ہے۔ تو دورِ حاضر کے ایسے لوگوں کو دو سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کرنی چاہیے۔ مثلاً

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَرْفَعُ يَدَيْهِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ ص ۶۰ خُزَرْفَعُ يَدَيْنِ

ترجمہ: امام بخاری اپنی صحیح روایت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

اور اسی حدیث کو بطور صحیح مرفوع سند ابویعلیٰ محدث نے ذکر فرمایا ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ حَمِيدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الرُّكُوعِ

وَالشُّجُودِ ص ۳۱۴ ج ۳ مُسْنَدُ أَبُو يَعْلَى

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ رکوع میں بھی اور سجدوں میں بھی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ قائلین رفع یدین کو دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کرنا ضروری ہے جبکہ وہ اس بات کو سنت کے خلاف سمجھتے ہیں۔

لہذا رفع یدین کی منسوخی والی احادیث کو مان لینے سے ہی بات بنے گی۔

نماز کے اندر رفع یدین کرنے والے دورِ حاضر کے لوگ کیا کوئی بھی ایک صحیح حدیث جس حدیث کے بیان کرنے والے محدث کو ثقہ اور اُس حدیث کے تمام راویوں کو ماہرینِ اسماء الرجال نے قابلِ اعتبار تسلیم کیا ہو۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی پاک ﷺ نے تادمِ آخر پوری زندگی نماز کے اندر رفع یدین کی ہو ایسی حدیث پیش کر سکتے ہیں؟ ہرگز ایسا نہیں ہو سکے گا اور یہ بات عالمی طور پر حدیث کے میدان میں چیلنج ہے۔ کہ ایسی کوئی حدیث ہرگز نہیں مل سکتی۔

اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو لیجئے! ہم اہل سنت و جماعت ایک ایسی صحیح حدیث پیش کرتے ہیں جس حدیث کے محدث اور تمام راویوں کو اصول حدیث کے تحت ماہرینِ اسماء الرجال نے ثقہ اور معتمد قرار دیا ہے۔ اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد پوری زندگی تادمِ آخر نماز کے اندر رفع یدین نہ کی ہے۔

حافظ الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن حارث النخعی القیری انی متوفی ۳۶۱ ہجری اپنی صحیح اور مرفوع سند کے ساتھ یہ روایت اپنی کتاب اخبار الفقہاء والمحدثین میں بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ لِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ سَوَادَةَ عَنْ عُبَادٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَرْفَعُ أَيْدِيَنَا فِي بَدْءِ الصَّلَاةِ وَفِي دَاخِلِ الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ تَرَكَ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي دَاخِلِ الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَثَبَتَ عَلَيَّ رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي بَدْءِ الصَّلَاةِ حَتَّى تُوَفِّيَ ص ۲۱۴ أَخْبَارُ الْفُقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِينَ مَطْبُوعَةٌ مِصْرَ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نماز کے شروع میں (تکبیر تحریمہ کی رفع یدین) اور نماز کے اندر رکوع کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے تو جب حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو آپ نے نماز کے اندر رفع یدین کرنا چھوڑ دیا اور تکبیر تحریمہ کی رفع یدین پر ہمیشگی اختیار فرمائی یہاں تک کہ آپ نے دنیا سے کوچ فرمایا۔

حدیث پاک سے وفا اسی صورت میں ہے۔ کہ اصول حدیث اور تمام احادیث کا بنیادی تقاضا پیش نظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے۔ مثلاً ممانعتِ قرأت خلف الامام ومنسوخی مسئلہ رفع یدین والی احادیث کو دورِ حاضر کے بے مہار لوگ یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ یہ احادیث ضعیف ہیں حالانکہ ممانعتِ قرأت خلف الامام ومنسوخی رفع یدین اور اس قسم کے اختلافی مسائل والی احادیث جو کہ حنفی مسلک میں مسلم ہیں۔ اُن احادیث کے بارے میں مخالف لوگ انصاف کا دامن تھامنے سے قاصر ہیں۔ ذرا یہ تو بتائیں کہ امام اعظم کا مسلک جن

احادیث سے منسوب ہے۔ ان احادیث میں اگر ضعف کمزوری واقع ہوئی تو بعد میں راوی کے قابل اعتراض ہونے کی وجہ سے۔ وہ راوی امام اعظم ابوحنیفہؒ کے زمانہ کے بہت بعد پیدا ہوئے۔ اور ان احادیث کے بعد میں راوی بنے تو ان احادیث کو ضعیف کہا گیا۔ امام صاحب سے لیکر صحابہ کرام تک روایت کرنے کے ایک یا دو واسطے ہوتے ہیں لہذا بعد میں کسی ضعیف راوی کے صحیح حدیث کے روایت کرنے میں شمولیت سے صحیح حدیث ضعیف نہیں ہو سکتی۔

سوال نمبر ۳۔ کیا ننگے سر نماز پڑھنے کی بجائے سر پر پگڑی باندھ کر نماز پڑھنے کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترجیح نہیں دی؟

جواب نمبر ۴۔ بیان جواز کیلئے حضور علیہ السلام نے ننگے سر نماز پڑھی ہے اور اجازت بھی دی ہے۔ لیکن جاری دائمی سنت سر پر پگڑی عمامہ یا کپڑا باندھ کر نماز ادا کرنا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی بات پر زور دیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ لِلَّهِ عَزَّوَجَلَّ مَلَائِكَةً يُصَلُّونَ عَلَى أَصْحَابِ الْعِمَائِمِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ آخِرَ جَهَنَّمَ انْتِ فِي الْكَبِيرِ

ترجمہ حدیث: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل کے ایسے فرشتے بھی ہیں جو جمعہ کے دن پگڑی باندھ کر نماز پڑھنے والوں کیلئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اس حدیث کو طبرانی نے اپنی کتاب معجم کبیر میں ذکر کیا ہے۔

حدیث نمبر ۲۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ صَلَوَةٌ تَطْوَعُ وَفَرِيضَةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ خُمْسًا وَعِشْرِينَ صَلَاةً بِلاَ عِمَامَةٍ وَجُمُعَةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ سَبْعِينَ جُمُعَةً بِلاَ عِمَامَةٍ رَوَاهُ الدَّيْلَمِيُّ فِي مُسْتَدْرَكِ الْفَرْدُوسِ۔

ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایک نماز نفل ہو یا فرض پگڑی باندھ کر ادا کی جائے تو وہ بغیر پگڑی کے ادا کی ہوئی پچیس نمازوں کے برابر ہے۔ اور ایک جمعہ پگڑی باندھ کر ادا کیا ہو بغیر پگڑی کے ادا کیے ہوئے ستر جمعوں سے افضل ہے۔ اس حدیث کو متحدہ شیلی نے اپنی کتاب مسند فردوس میں ذکر کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۔ قَالَ الشَّيْطَوِيُّ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ عَنْ جَابِرٍ بَلَفَظَ رَكَعَتَانِ بِعِمَامَةٍ خَيْرٌ مِّنْ سَبْعِينَ رَكَعَةً مِّنْ غَيْرِ عِمَامَةٍ هَذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَوْضُوعٍ لِأَنَّ الْجَامِعَ الصَّغِيرَ جَرَّدَهُ مُؤَلَّفُهُ عَنِ الْمَوْضُوعِ ص: ۳۱ كَشَفُ الْخَفَاءِ

ترجمہ: جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر میں حضرت جابر بن عبداللہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ سر پر پگڑی باندھ کر دو رکعت ادا کرنا بغیر پگڑی باندھنے ستر رکعتوں سے افضل ہے۔ یہ حدیث غیر موضوع ہے۔ اس لیے کہ جامع الصغیر میں جلال الدین سیوطی نے کسی بھی موضوع حدیث کو روایت نہیں کیا۔ اور ایک حدیث پاک میں ارشاد نبوی ان الفاظ میں۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ يَا الْعَمَائِمَ فَإِنَّهَا سَيِّمَاءُ
الْمَلَائِكَةِ وَآرِخُوهَا خَلْفَ ظُهُورِكُمْ رَوَاهُ التَّبَهَّقُ فِي
شُعَبِ الْإِيمَانِ (ص ۳۷۷ جلد ۲ مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:- نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبادہ بن صامت روایت کرتے ہیں کہ آپ
نے فرمایا پگڑی باندھا کرو اس لئے کہ یہ فرشتوں کا لباس ہے۔ اور پگڑی کا کچھ حصہ اپنے
کندھوں کے درمیان لٹکا لیا کرو۔ دورِ حاضر میں پگڑی (عمامہ) کے متعلق کچھ تشویش بھی
پائی جاتی ہے کہ بعض لوگ صرف سفید پگڑی کو اپنے تنظیمی تشخص کے لئے باندھتے ہیں اور
ظاہر یہ کرتے کہ ہم سنت پر عمل کر رہے ہیں۔ اور بعض لوگ ایک ہی رنگ کی پگڑی کو اپنے
تنظیمی تشخص کے لئے باندھتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہم سنت پر عمل کر رہے ہیں۔
کوئی بھی ایک رنگ ہمیشہ کے لئے اختیار کرنا سنتِ مصطفیٰ کے خلاف ہے۔ نبی پاک ﷺ
نے سفید پگڑی اور سبز بھی اور سیاہ بھی، تینوں رنگوں کے علاوہ مطلق بغیر پگڑی کے انداز
حیات بھی اختیار کیا ہے۔ لہذا خدا را ایسے لوگ سنتِ مصطفیٰ کو اپنی تنظیمی مشہوری کے لئے
کھلونا بنانے سے باز رہیں۔ اور ایسے کسی بھی فرد کو بے گانگی کی نگاہ سے مت دیکھا جائے
جو کسی بھی رنگ کی پگڑی باندھ کر کسی بھی محفل میں شامل ہو۔

اور اس لیے بھی کہ قرآن پاک نے پوری زینت کا لباس پہن کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔
قَوْلُهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ
(پ: ۸)

ترجمہ:- اے ایمان والو مسجد کو جاتے وقت زینت کا پورا لباس لے لو۔

ایام حج میں ننگے سر نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ اور اس کے علاوہ کہیں مجبوری ہو کپڑا پاس نہ ہو

تو ننگے سر نماز پڑھنا صحیح ہے کوئی قباحت نہیں۔ لیکن دیدہ دانستہ یعنی جان بوجھ کر پاس کپڑا
ہو تو اسے اتار پھینک کر بھد ہو کر مسلسل لگا تار ننگے سر نماز پڑھنا حدیث اور نبی پاک صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت جاریہ دائمہ کے خلاف ہے۔ اگر ہمیشہ ننگے سر نماز پڑھنے میں کوئی
خرابی نہ ہوتی تو سر پر پگڑی باندھ کر ستر گنا زائد ثواب ملنے کا خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اعلان نہ فرماتے۔ لہذا احادیث رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو وفا سی
صورت میں ہے۔ کہ ننگے سر نماز پڑھنے کو شغل یا ہت دھرمی کا اور ضد کا مسئلہ بنائے بغیر ہر
نماز کیلئے سر پر پگڑی یا کپڑے کا اہتمام کیا جائے۔ احادیث سے ثابت ہوا کہ ننگے سر نماز
پڑھنے پر پگڑی باندھ کر نماز پڑھنے کو حضور علیہ السلام نے ترجیح دی ہے۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

سوال نمبر ۵۔ محدثین اور مفسرین کیا خود بھی مقلد اور شخصی تقلید کے قائل تھے؟

جواب نمبر ۵۔ اکثر و بیشتر محدثین و مفسرین شخصی تقلید کے نہ صرف خود قائل تھے۔ بلکہ عامتہ
الناس عام علماء سمیت سب کیلئے انہوں نے تقلید واجب قرار دی ہے۔ اور قرآن و حدیث
سے استنباط کرنے والے فقہاء خود بھی مجتہدین ائمہ اربعہ کے مقلد تھے ان میں سے چند
نمونے ملاحظہ ہوں۔

امام الحرمین محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ امام الحرمین محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں دورِ حاضر کے
غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خان بھوپالوی قنوجی اپنی کتاب ظفر المصطلین
میں یوں رقم طراز ہیں۔ رسالہ انصاف میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے وضاحت کی ہے
کہ امام بخاری امام شافعی کے مقلد تھے ظفر المصطلین ص ۱۰۸۔

اور اس بات کی واضح علامت ایک یہ بھی ہے کہ امام بخاری اپنی صحیح بخاری میں اکثر وہی

روایات لائے ہیں جو محمد بن ادریس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور ان کے طریق اجتہاد کی تائید کرنے والی ہیں۔

امام مسلم محدث

مسلم بن حجاج قشیری صاحب صحیح مسلم کے متعلق نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالوی اپنے رسالہ ظفر المصطلین میں یوں رقم طراز ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے امام مسلم کے متعلق فرمایا ہے کہ امام مسلم بن حجاج قشیری بھی امام محمد بن ادریس شافعی کے مقلد تھے۔ کشف الظنون میں یہ الفاظ ہیں۔ **أَبُو مُحَمَّدٍ إِبْنُ إِمَامِ الْمُسْلِمِ الشَّافِعِيِّ** ۱۴۱ ظفر المصطلین مصنف نواب صدیق حسن خاں۔ ☆ ابو عیسیٰ امام ترمذی محدث اور امام بخاری محدث دونوں امام شافعی کے مقلد تھے۔ **أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْعُلُومُ مُصَنِّفُ نَوَابِ صَدِيقِ حَسَنِ** ☆۔

امام نسائی محدث

امام نسائی محدث کے بارے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ امام نسائی محدث امام شافعی کے مقلد تھے۔ ص ۱۸۹ بستان المحدثین مصنف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔

ابن ماجہ محدث

علامہ انور کشمیری مسلک دیوبند کے محدث اعظم نے اس بات کی تصریح کی ہے۔ کہ محدث ابن ماجہ بھی امام شافعی کے مقلد تھے ص ۱۴۱ ظفر المصطلین مصنف نواب صدیق حسن خاں۔ جب کہ دور حاضر کے بعض بے لگام جاہلوں نے تقلید کو کفر اور شرک قرار دیا ہے حالانکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی بذات خود حنفی مقلد تھے۔

وال نمبر ۶:- کیا نور بشر یا بشر نور ہو سکتا ہے؟

جواب نمبر ۶:- نور بشر ہو سکتا ہے اللہ جل مجدہ کے کلام پاک میں نور پر بشر کا اطلاق مکمل الفاظ میں کیا گیا ہے۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام جب سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس گئے اور مریم میں سلسلہ کلام الہی کچھ اس طرح ہے۔

لَوْ لَهْ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا پ: ۱۶ سورة مؤیم

ترجمہ: حضرت مریم علیہا السلام نے اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کی تو ہم نے مریم علیہا السلام کی طرف روح الامین جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جبرائیل علیہ السلام مکمل بشری مثال بن کر ان کے سامنے آئے۔

☆ ایک غلطی کا ازالہ ☆

بعض لوگ یہ اندیشہ ظاہر کر کے ٹال دیتے ہیں۔ کہ وہ تو مثال بن کر گئے اصل تو نہیں تھے۔ تو پھر ایسی صورت میں یہ بتانا پڑے گا کہ مریم علیہا السلام سے ہمکلامی مثال نے کی یا جبرائیل علیہ السلام کی ذات نے۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ مثال وہی جبرائیل تھے جو ہمکلام ہوئے معلوم ہوا نور بشر ہو سکتا ہے اور بشر بھی ناقص نہیں کامل مکمل۔ بشراً سویاً۔ پارہ نمبر ۱ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام نوری فرشتوں کو (بشر) عبد کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ پ: ۱۷

ترجمہ۔ بلکہ تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے معزز بندے ہیں۔ عباد جمع عبد کی۔

☆ بشر نور ہو سکتا ہے ☆

بشر ہونا نور ہونے کے خلاف نہیں۔ اس امر کی وضاحت خود قرآنی الفاظ نے کر دی ہے۔

قَوْلُهُ تَعَالَى يَا هَلْ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ط قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ

(پ ۶ مائدہ)

ترجمہ۔ اے اہل کتاب (یہود، نصاریٰ) تحقیق ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے پاس آچکا تمہیں بہت سی اُن چیزوں کی اطلاع دیتا ہے۔ جو تم کتاب (تورات، انجیل) میں چھپاتے رہے۔ اور بہت کچھ معاف کر دیتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور آگیا اور کھلی کتاب آگئی حبرِ اُمّیہ جلیل القدر صحابی رسول سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ نے اپنی تفسیر ابن عباس میں اسی مقام پر (قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ) نور سے مراد نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔ اور اسی مقام پر تفسیر جلالین عربی نُورٌ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تفسیر جلالین ص: ۵۷ اور تفسیر خازن۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيْ سَمَّاهُ اللَّهُ نُورًا لِأَنَّهُ يُهْتَدَى بِهِ كَمَا يُهْتَدَى بِالنُّورِ فِي الظَّلَامِ ص: ۴۴۱ تفسیر خازن؛

ترجمہ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نور کے نام سے اس لیے نوازا ہے کہ آپ ہی سے ہدایت ملتی ہے جیسا اندھیرے میں نور سے روشنی لی جاتی ہے۔ (تفسیر

دارک الشریل میں اسی مقام پر نور سے مراد یعنی قرآن و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لَا تَنفَعُ الْيَهُودَ بِه كَمَا سُمِّيَ سِرَاجًا بِهِنَّ اِرْكُ الشَّرِیْل اور انیسر رُوحُ الْمُعَانِی میں ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ عَظِيمٌ وَهُوَ نُورُ الْأَنْوَارِ وَالنَّبِيُّ الْمُخْتَارُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ (ص: ۹۷ جلد ۳ رُوحُ الْمُعَانِی)

ترجمہ۔ یعنی جاءکم من اللہ نور سے مراد نور الانوار با اختیار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں معلوم ہوا بشر نور ہو سکتا ہے۔ اہلسنت وجماعت کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ آپ نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ نور بھی بے مثال اور بشر بھی بے مثال۔ جو نبی کی بے مثال بشریت کا منکر ہے اسلام سے خارج ہے۔ لیکن نبی کی عبدیت اور بشریت عام بندوں جیسی ماننے والا بھی اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ یہ سوچ اور عقیدہ کفار کا ہے۔ جیسے قرآن پاک نے اپنے اندر جا بجا بیان فرمایا ہے۔ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفِ انسانیت سے ابنِ آدم ایک کامل بے مثال بشر ہونے کی حیثیت سے سب کے رسول بن کر آئے جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ الْخ (پ ۱۵)

ترجمہ: فرما دیجئے یا رسول اللہ بے شک میں تم جیسا ایک بے مثال بشر بھی ہوں۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تم سب کا خدا ایک ہے۔ یہ آیت کریمہ بالخصوص اہل سنت وجماعت بریلوی مسلک کیلئے خصوصی تحفہ خداوندی ہے۔ اس آیت کریمہ کے انداز اور

لغوی قانونی اور فنی معیار پر غور کرنے سے عظمت مصطفوی علی صاحبہا الف الف تحیہ کا عظیم حسین مرقع سامنے آ جاتا ہے۔ لفظ انما کلمہ قصر اور حصر ہے اور علم معانی والوں نے تین قسم کا حصر بیان کیا ہے۔ یعنی یوں سمجھ لیجئے کہ **اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** میں بشریت کہ حصر کے زیادہ سے زیادہ تین معانی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ میں ہی بشر ہوں۔

۲۔ میں بشر ہی ہوں۔

۳۔ میں بشر بھی ہوں۔

ان تینوں میں سے تیسرا حصر ہی صحیح ہے۔ کہ میں دوسرے تمام صفات و کمالات کے علاوہ ایک بے مثال بشر بھی ہوں۔ اب **مِثْلُكُمْ**، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال ہمارے ساتھ صرف ایک ہی بات میں ہے۔ **يُوحَىٰ اِلَىٰ اِنَّمَا الْهَکْمُ اِلَهُ وَّاحِدٌ** کہ میرا اور تم سب کا خدا ایک ہے۔ صحیح مفہوم یوں برآمد ہوا۔ کہ یا رسول اللہ آپ فرما دیجئے کہ بے شک میں ایک بے مثال بشر بھی ہوں تم جیسا کہ میری طرف وحی نازل ہوتی ہے۔ کہ (میرا اور) تمہارا سب کا خدا ایک ہے۔ یعنی میں تمہاری مثال صرف ایک ہی بات میں ہوں۔ کہ میرا خدا بھی ایک اور تمہارا خدا بھی ایک ہے۔ ویسے بھی **مِثْلُكُمْ** اور **مِثْلُكُمْ** کے درمیان صرف ایک آدھ صفت کی ہی مثال ہوا کرتی ہے۔ نہ کہ تمام صفتیں پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ ضرب المثل عام ہے۔ کہ فلاں آدمی شیر کی طرح ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آدمی کی چار ٹانگیں، ایک دم ہو اور شیر کی کھال جیسے بال ہوں۔ بلکہ مثال صرف ایک ہی بات میں ہوتی ہے۔ کہ شیر کی بہادری سامنے رکھ کر آدمی کو شیر کی مثال دی جاتی ہے۔ یعنی فلاں آدمی ایسا جرأت مند ہے۔ جیسا شیر میں جرأت اور بہادری ہوتی ہے

اور شیر کے ہاتھ بھی ہوتے ہیں۔ پاؤں بھی ہوتے ہیں۔ اور خون خوار کچلیوں والا منہ بھی ہوتا ہے۔ لہذا شیر کے ساتھ انسان کی مثال دینے کے ساتھ یہ لازم نہیں آتا۔ کہ انسان بالورمان جاتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال ہمارے ساتھ ان وحدیث میں یونہی بیان کی گئی ہے۔

کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری مثال ہیں۔ صرف ایک بات میں کہ ہمارا **اِنَّمَا الْهَکْمُ اِلَهُ وَّاحِدٌ** ہے۔ اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی وہی خدا ایک ہے۔ **يُوحَىٰ اِلَىٰ اِنَّمَا الْهَکْمُ اِلَهُ وَّاحِدٌ**۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ہماری مثال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف ایک ہی بات میں ہے۔ وہ ہے **وَاحِدٌ**۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ نور بشر ہو سکتا ہے اور بشر نور ہو سکتا ہے۔ اور یہ کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں۔ لیکن عام انسانوں کی طرح نہیں بلکہ بے مثال بشر والے نمبر۔ کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی غیب کا علم جانتا ہے؟

جواب نمبر ۱۔ ہر ذات سے جو چیز پوشیدہ ہے اُس کے لئے اس کو غیب کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ **مُجِدُّهُ** سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا اس حیثیت سے ہے۔ کہ جو اشیا مخلوق سے پوشیدہ ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام امور اور اشیاء کا بھی عالم الغیب ہے۔ اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم ہے۔ اسے کوئی دینے والا نہیں اور نہ اس کے علوم میں کوئی وقفہ اور کسی قسم کا انقطاع ہے۔ اس کے تمام علوم ابدی، جاری و ساری قائم و دائم ہیں۔ انبیاء و اولیاء کا پوشیدہ چیزوں کا عالم الغیب ہونا اللہ تعالیٰ کی عطا اور اجازت سے منسلک ہے۔ کوئی کی یا ولی اپنی طرف سے ذاتی طور پر کسی چیز کا علم نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی اور ولی و شمار علوم غیر متناہیہ عند الخلق کے مالک ہوتے ہیں۔ اور انبیاء و اولیاء کی علوم غیبیہ کی یہ خبر

داری ہمیشہ جاری و ساری ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جب چاہے نبی اور ولی کی توجہ اور علم میں وقفہ ڈال سکتا ہے۔ کوئی نبی یا ولی اللہ تعالیٰ کی توجہ یا علوم الہیہ میں وقفہ نہیں ڈال سکتا اور نہ اُس کے علوم کا کوئی احاطہ ہی کر سکتا ہے۔

﴿نبی اور اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے میں بنیادی فرق﴾

خالق اور مخلوق کے عالم الغیب ہونے میں بنیادی فرق یہی ہے کہ مخلوق کو غیب معلوم کرنے کیلئے توجہ کی لازمی شرط ہے۔ خالق کو غیب معلوم کرنے کیلئے توجہ کی قطعاً ضرورت نہ ہے۔ اُس کی توجہ ہمیشہ مسلسل ہمہ گیر جاری و ساری ہے۔ ہمارے آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام علوم مجموعی حیثیت سے اللہ تعالیٰ عزوجل کے علوم کے مقابلہ میں ایک قطرہ کے ہزارویں حصہ سے بھی قلیل ہیں۔ علم غیب کے بارے میں اہلسنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ امام اہلسنت حائِ دین و ملت تاجی شرک و بدعت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب الدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّة میں بیان فرمایا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب جاننا قرآن سے ثابت ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلق علم غیب کا منکر کافر ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کی ان آیات طیبہ کا انکار لازم آئے گا۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء عظام بالخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔ کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ نے انبیاء بالخصوص محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ جن آیتوں میں

اللہ کی نفی وارد ہوئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی غیب کا علم نہیں جانتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذاتی طور پر اللہ کے علاوہ اور کوئی غیب کا علم نہیں جانتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی کمال رحمت سے جس کو چاہے عطا فرمادیتا ہے۔ جیسا کہ متعدد آیات قدسیہ اس مقصد کی وضاحت کر رہی ہیں۔ انبیائے کرام اور اولیاء کرام اپنی طرف سے ذاتی طور پر کچھ نہیں جانتے سوائے اللہ تعالیٰ کی عطا کے۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو خزانے عطا فرمادیتا ہے۔ ان کے لئے۔ کیوں کہ وہ سخی ہو ادبے کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیتا۔ جب کبھی وہ اپنی عظمت ظاہر کرنا چاہے تو عارضی طور پر نبی یا ولی کی توجہ یا قدرت میں وقفہ ڈال سکتا ہے۔ اور مثال انبیاء کو غیب کے علم کا جو اختیار دیا گیا ہے آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

قَوْلُهُ تَعَالَى عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ (پ ۲۹ جن)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اپنے خصوصی علم غیب پر کسی کو قبضہ نہیں دیتا مگر رسولوں میں سے جسے پسند فرمائے (اسے عطا فرمادیتا ہے)۔

دوسری آیت کریمہ:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ (پ ۴ آل عمران)

اور اللہ تعالیٰ تمہیں غیب کے علم کی اطلاع نہیں دیتا لیکن اپنے رسولوں میں سے جسے غیب کا مقام اور قبضہ عطا فرمادے اس کے علاوہ اور بہت سی آیات قرآنیہ موجود ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے بھی نفی علم غیب ہے۔ بعض میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ نبی یا ولی کا عالم الغیب ہونا ظاہر و باہر ہے۔ لہذا مساوی حیثیت سے قرآن پر ایمان قائم

رکھنا اسی صورت میں ہوگا۔ جن آیات میں نفی ہے اُس سے مراد لی جائے ذاتی طور پر اور کوئی نہیں جانتا۔ اور جن آیات میں انبیاء کرام کیلئے غیب کے علم کا ثبوت ہے۔ تو مراد لی جائے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے (بإذن اللہ)۔

سوال نمبر ۸۔ ہمارے آقا و مولیٰ امامِ الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اجماعاً کتنی تھی؟
جواب نمبر ۸۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔

صاحبزادے تین تھے۔ ۱۔ سیدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۲۔ سیدنا قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۳۔ سیدنا عبد اللہ بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی پاک کی بیوی ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے بطنِ انور سے تھے۔ باقی دو صاحبزادے سیدنا قاسم بن محمد و عبد اللہ (ملقب بطیب و طاہر) بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ خدیجہ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کے بطنِ انور سے تھے۔

☆ صاحبزادیاں چار تھیں۔ جیسا کہ قرآن کی سورۃ احزاب کے آخر میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے واضح الفاظ میں بیان فرمادیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سے زیادہ صاحبزادیاں تھیں۔

قَوْلُهُ تَعَالَى - يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُذْنِبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ - (پ: ۱۲ احزاب)

ترجمہ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں پاکوں (ازواج) کو اور اپنی صاحبزادیوں کو اور ایمان والوں کی عورتوں کو حکم دیجئے کہ پردہ کیا کریں۔

☆ صاحبزادے چار تھے۔ ۱۔ سیدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۲۔ سیدنا قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۳۔ سیدنا عبد اللہ بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۴۔ سیدنا خدیجہ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کی بیوی ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضوان اللہ و صلوٰۃ اللہ علیہا کے بطن سے تھیں۔

۱۔ سیدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۲۔ سیدنا قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۳۔ سیدنا عبد اللہ بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۴۔ سیدنا خدیجہ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کی بیوی ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضوان اللہ و صلوٰۃ اللہ علیہا کے بطن سے تھیں۔

۱۔ سیدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۲۔ سیدنا قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۳۔ سیدنا عبد اللہ بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۴۔ سیدنا خدیجہ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کی بیوی ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضوان اللہ و صلوٰۃ اللہ علیہا کے بطن سے تھیں۔

۱۔ سیدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۲۔ سیدنا قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۳۔ سیدنا عبد اللہ بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۴۔ سیدنا خدیجہ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کی بیوی ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضوان اللہ و صلوٰۃ اللہ علیہا کے بطن سے تھیں۔

۱۔ سیدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۲۔ سیدنا قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۳۔ سیدنا عبد اللہ بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۴۔ سیدنا خدیجہ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کی بیوی ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضوان اللہ و صلوٰۃ اللہ علیہا کے بطن سے تھیں۔

۱۔ سیدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۲۔ سیدنا قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۳۔ سیدنا عبد اللہ بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۴۔ سیدنا خدیجہ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کی بیوی ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضوان اللہ و صلوٰۃ اللہ علیہا کے بطن سے تھیں۔

۱۔ سیدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۲۔ سیدنا قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۳۔ سیدنا عبد اللہ بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۴۔ سیدنا خدیجہ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کی بیوی ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضوان اللہ و صلوٰۃ اللہ علیہا کے بطن سے تھیں۔

۱۔ سیدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۲۔ سیدنا قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۳۔ سیدنا عبد اللہ بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۴۔ سیدنا خدیجہ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کی بیوی ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضوان اللہ و صلوٰۃ اللہ علیہا کے بطن سے تھیں۔

عَلَيْهِ السَّلَامُ الْقَاسِمُ وَرُقِيَّةُ وَزَيْنَبُ وَأُمُّ كُلْثُومٍ وَوُلْدُ لَهُ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْمُبْعَثِ الطَّيِّبِ وَالطَّاهِرِ وَفَاطِمَةَ
عَلَيْهَا السَّلَامُ (صفحہ ۴۲۹ جلد اول اصول کافی عربی مطبوعہ تہران)

ترجمہ: تو حضور شافع یوم النور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو اولاد اطہار سیدہ خدیجہ سے املا
ن نبوت سے قبل پیدا ہوئی وہ حضرت قاسم اور سیدہ رقیہ اور سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم
(رَضَوَانُ لِلَّهِ عَلَيْهِمْ) تھی اور اعلان نبوت کے بعد طیب (عبداللہ) اور سیدہ فاطمہ
خاتون جنت صلوات اللہ علیہما۔

نیز شیعہ حضرات کی معتبر کتاب جلاء العیون فارسی مطبوعہ ایران میں ملائ باقر مجلسی یوں رقم
طراز ہیں کہ فرمود سید انس و جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایما الناس میخو اھد خبر دھم شمارا
بہترین مردم از جھت خال و خالہ گفتند بلی یا رسول اللہ فرمود کہ حسن و حسین چنین اند
خالوئے ایشان قاسم فرزند رسول خدا است خالہ ایشان زینب دختر رسول خدا است و خالو
و خالہ ایشان ذر بہشت خواہند بود (ص ۲۳۱ جلاء العیون فارسی مصنف ملا باقر مجلسی)

ترجمہ: سید انس و جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ کس کے
خالو اور خالہ نسب کے خالو اور خالہ سے افضل ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ہمیں ضرور خبر
دیجئے آپ نے فرمایا خالو اور خالہ کے لحاظ سے سب سے افضل حسن و حسین ہیں۔ جن کے
خالو قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خالہ جن کی سیدہ زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم۔ گویا کہ شیعہ حضرات کے عظیم ذاکر باقر مجلسی نے بھی یہ تسلیم کر لیا کہ حسن و حسین کی
ایک خالہ حضرت سیدہ زینب بنت محمد بھی تھیں جو کہ خاتون جنت کی ہمیشہ تھیں۔

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے لطن انور سے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صا

حزادیاں اور صاحبزادے دو تھے۔ تیسرے صاحبزادے حضرت ابراہیم ام المؤمنین ماریہ
علیہا السلام رضوان اللہ علیہا کے لطن انور سے تھے۔

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد امجاد میں سے سیدہ خاتون جنت صلوات
اللہ علیہا کے وجود مسعود کے علاوہ باقی تین صاحبزادیوں کا وجود موجودہ دور کے کچھ فتنہ باز
گستاخ لوگ تسلیم نہیں کرتے۔ سیدہ خاتون جنت فاطمہ الزہراء کے علاوہ تین
صاحبزادیوں کا انکار کرتے ہوئے یوں کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کی وہ تین
صاحبزادیاں پالتو مٹھنے منہ بولی بیٹیاں تھیں۔ حقیقی بیٹیاں نہیں تھیں۔ حالانکہ سنی، شیعہ
فریقین کی معتبر کتابوں میں یہ حقیقت لفظی طور پر موجود ہے۔ کہ حضور سید عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں بی بی خدیجہ سے نسلی اور صُلَبی حقیقی
بیٹیاں تھیں۔ گستاخ صحابہ قسم کے لوگوں کو باقی تین صاحبزادیوں سے انکار اس لیے ہے۔
کہ اگر مان لیں تو صرف حضرت عثمان بن عفان کو خلیفہ و امام برحق ہی نہیں بلکہ فاروق
اعظم و صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ائمۃ الہدیٰ حق کے امام ماننا پڑے گا۔ اور یہ دور حاضر کے
اسلام دشمن لوگ تو ان تینوں برحق اماموں سے عداوت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم کا نکاح اور شادی یکے بعد
دیگر حضرت عثمان سے ہوئی اور حضرت عثمان شیخین حضرت ابو بکر صدیق و حضرت
مرضی اللہ عنہم کو اپنا حق کا امام ماننے والے تھے۔

دور حاضر میں ایسے لوگوں کی تعداد کچھ کم بھی نہیں جو حضرت عثمان بن عفان و امام رسول اعظم
کو اپنی مجلسوں اور محافل میں گالیاں نکالتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان اہل بیت
کے دشمن تھے۔ حالانکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صُلَبی

دو صاحبزادیوں کی شادی ایسے شخص سے کریں۔ جو اہل بیت کا دشمن ہو۔ دور حاضر کے ایسے لوگ اگر مان لیں۔ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین اور صاحبزادیاں بھی تھیں تو بالخصوص حضرت عثمان کو کس منہ سے گالیاں نکالیں گے۔ اسی لیے وہ باقی تین صاحبزادیوں کا انکار ہی کر دیتے ہیں۔ البتہ مان لینے سے تو گزشتہ دور بھی بے داغ ماننے پڑیں گے۔

کلمہ بلا فصل پڑھنے والے لوگ فرقہ واریت کا شکار ہونے کی وجہ سے کہتے نظر آئیں گے کہ حق کا امام صرف مولیٰ علی شیر خدا ہے۔ باقی تین خلیفوں (حضرت عثمان، حضرت عمر، حضرت ابوبکر صدیق رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو (العیاذ باللہ) ڈاکو قرار دیتے ہیں۔ کیا مولا علی کے علاوہ باقی سادات میں سے بھی کوئی حق کا امام نہیں۔ اگر مولا علی کے علاوہ سادات میں سے اور بھی حق کا امام ہیں تو مولا علی کے علاوہ پہلے تینوں خلیفہ حق کا امام کیوں نہیں ہو سکتے؟ یقیناً پہلے تینوں خلیفہ بھی حق کا امام ہیں اور تمام ائمہ اہلبیت بھی حق کے امام ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس دور کے تمام لوگوں کو بھی اہل بیت اور صحابہ کرام کی صحیح عقیدت اور محبت عطا فرمائے۔

معلوم نہیں ایسے لوگوں کے ذہن میں یہ بات کس نے بٹھادی کہ اہل بیت سے محبت رکھنے والا وہ ہی ہو سکتا ہے۔ جو صحابہ کرام اور خلفائے راشدین (اصحاب ثلاثہ) سے عداوت رکھے۔ (العیاذ باللہ)

☆۔ نبی کی ایک اور سب صاحبزادیوں سے کم عمر صاحبزادی کا خاوند سرتاج حق کا امام ہے دو صاحبزادیوں کا خاوند سرتاج حق کا امام کیوں نہیں؟ ایک صاحبزادی رسول صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے خاوند سے محبت عین ایمان ہے اور دو صاحبزادیوں کے خاوند سے محبت عین ایمان کیوں نہیں؟ یقیناً حضرت عثمان بن عفان سے محبت عین ایمان ہے۔ اور حضرت عثمان حق کے امام ہیں۔

سوال نمبر ۹:۔ اپنے چھ سالہ دور خلافت میں حضرت مولیٰ علی شیر خدا نے باغ فدک اپنی دیگر متعلقہ افراد کی ملکیت میں کیوں نہیں لیا؟

جواب نمبر ۹۔ اہل تشیع (شیعہ) اور سنی کتب میں واضح طور پر موجود ہے کہ مولیٰ مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے تین خلفائے راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور خلافت کے بعد چھ سال خلافت کی۔ لیکن باغ فدک نہ اپنی ملکیت میں نہ افراد بنو ہاشم کی ملکیت میں دیا اس لئے کہ یہ باغ فدک ان کا یا اور کسی کا بھی موروثی ملکیتی حق تھا ہی نہیں۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور رسالت میں بنو نصیر یہودی قبیلہ کو اسلام کے زریں اصولوں کے مطابق جلا وطن کرنے اور خیر فتح ہونے کے بعد جو علائقہ اور جائیدادیں اسلام کے قبضہ آئیں ان میں فدک کا ایک باغ بھی تھا۔ جس کو ایک چھوٹی سی ریاست کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اس باغ فدک جو مدینہ شریف سے چند میل پر واقع ہے کو (بلسلسہ خمس) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خصوصی استعمال و ضروریات کے لئے مقرر فرمایا۔ اس کی آمدنی سے ازواج پاک اور مالی لحاظ سے کمزور افراد اہل بیت و بنو ہاشم کو گزارہ الاؤنس یومیہ یا ششماہی عنایت فرماتے رہے۔ اور باہر سے آنے والے وفود اور مہمانوں کا خرچ اخراجات بھی اور ازواج پاک امہات المؤمنین کے اخراجات بھی اسی آمدنی سے پورا فرماتے جو آمدنی (باغ فدک کی) بچ جاتی وہ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلامی خزانہ بیت المال میں جمع فرمادیتے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مقدس کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت شروع ہوا مولیٰ علی شیر خدا و خاتونِ جنتؓ کے بعد ستر سال تک وہ کچھ افراد بنو ہاشم نے مطالبہ کیا کہ باغ فدک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی زیر انتظام رہا لہذا اس کی ملکیت ہمیں دی جائے ہمارا استحقاق ہے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے صحابہ کرام کی گواہی سمیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم نامہ سر عام سنایا۔ کہ ہم پیغمبروں کا گروہ کسی متوفی کی متروکہ جائیداد کا وارث نہیں بنتے۔ اور نہ ہی ہماری چھوڑی ہوئی متروکہ جائیداد کا کوئی وارث بن سکتا ہے۔ اس کے بعد برطابق کتب شیعہ بھی خلافت فاروقی کا دور شروع ہوا اور دوبارہ مطالبہ کیا گیا۔ فاروق اعظمؓ سیدنا عمر بن خطابؓ نے حسب سابق ہی فیصلہ برقرار رکھا جس فیصلے کی بنیادی اساس حدیث پاک ہے۔ جو سنی شیعہ، معتبر کتب میں عام موجود ہے حدیث پاک کے مشہور الفاظ مبارکہ یہ ہیں۔

نَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَاهُ فَهُوَ صَدَقَةٌ
أَوْ كَمَا قَالَ أَصُولُ كَانِي اور عامہ کتب حدیث میں یہ روایت کثرت سے موجود ہے۔

ترجمہ حدیث۔ ہم پیغمبروں کا گروہ کسی کی جائیداد متروکہ کے نہ وارث بنتے ہیں۔ نہ اپنی متروکہ جائیداد کا کسی کو وارث بناتے ہیں۔ دنیا سے روانگی کے بعد ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔۔۔ البتہ فاروق اعظمؓ نے ایک وہی خصوصی رعایت پیش کی جو سیدنا صدیق اکبرؓ اپنے دور خلافت میں مولا علیؓ کو پیش کر چکے تھے۔ کہ افراد اہل بیت و بنو ہاشم اگر چاہیں تو باغ فدک ان کے حوالے اس شرط پر کیا جاسکتا ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک طریقہ کار کی طرح اپنے اخراجات باغ فدک کی آمدنی سے پورا کرنے کے بعد

اللہ اول بیت المال میں جمع کرا دی جائے۔ اور یہ باغ فدک وراثت کی منہج پر مالکی یا امامی کی نہ بن سکے گی۔ لیکن مطالبہ کنندگان نے اس بات سے اتفاق نہ کیا۔ اس باغ کا اہتمام و انصرام حسب سابق حضرت عثمان غنیؓ ذی النورین کے دور خلافت تک چلتا رہا۔ اور ان اہل علم کے دور خلافت میں اس مطالبے کا ذکر شیعہ کتب میں بھی موجود ہے (المجلد کافی) اس کے بعد مولیٰ علی شیر خدا کا حیدری دور خلافت شروع ہوا۔ چھ سال تک ان کا حیدر کرار کی شہادت تک خلافت کا دور رہا۔ مولیٰ علی شیر خدا نے باغ فدک نہ اپنی ملکیت میں اور نہ بنو ہاشم متعلقہ افراد اہل بیت سمیت کسی کی ملکیت میں دیا۔

سنی شیعہ کتب میں کہیں بھی ایک لفظ کا وجود نہیں ملتا۔ کہ مولیٰ علی نے باغ فدک اپنے چھ سالہ دور خلافت میں اپنی ملکیت یا کسی کی ملکیت میں دیا ہو۔ جبکہ یہ باغ فدک محل وقوع کے لحاظ سے مکہ، مدینہ، جدہ، طائف یعنی حجاز مقدس میں واقع ہے۔ مدینہ شریف سے چند میل دور واقع باغ فدک چھ سالہ دور خلافت میں مولیٰ مشکل کشاء کے زیر نگین رہا۔ نہ اپنی کسی اور کی ملکیت میں دیا چونکہ باغ فدک مولیٰ مشکل کشا کی نہ اپنی نہ کسی اور کی ملکیت تھی جو مالکی حقوق کسی کو دے دیتے۔ باغ فدک کی مالک صرف اسلامی ریاست تھی۔ بنو عباسیہ خلافت کے دور بھی گزرے کسی خلیفہ نے باغ فدک کے فیصلہ پر نہ اعتراض کیا نہ اہل بیت کے کسی فرد کو اور نہ پورے بنو ہاشم میں سے ہی نہ ازواج مطہرات ہی میں سے کسی کی ملکیت میں دیا۔

☆ گستاخ صحابہ کا ایک اعتراض ☆

اس حقیقت مُسَلَّمہ بدیہیہ کے باوجود موجودہ دور کے کچھ احمق لوگ یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ پہلے تینوں خلفائے راشدین ابوبکر صدیقؓ، عمر بن خطابؓ، عثمان غنیؓ رضوان اللہ علیہ

اجمعین نے خلافت کے حق پر ڈاکہ ڈالا، معاذ اللہ، زبردستی خلافت پر قابض رہے اور باغ فدک بھی زیر انتظام رہا۔ لہذا ڈاکوؤں کے انتظام میں رہنے والی جائیداد باغ فدک اپنی ملکیت میں لے لینا اہل بیت کی شان کے خلاف تھا۔ کہ وہ ایسی پلید دولت اور مستعمل جائیداد اپنی ملکیت میں لے لیتے۔ معاذ اللہ، پہلے تین ڈاکوؤں (ابو بکر، عمر، عثمان، العیاذ باللہ) کے دائرہ اختیار میں رہ کر باغ فدک پلید ہو چکا تھا۔ اس لیے اہل بیت و دیگر افراد بنو ہاشم نے اس جائیداد کو قبول نہ کیا۔

☆ الجواب ☆

پچاس ہزار درہم سالانہ جو مولا حسن ابن علی، حضرت امیر معاویہ سے بیت المال کے خزانے سے مدت دراز تک وصول کرتے رہے کیا وہ دولت پاک تھی؟ اور باغ فدک پلید ہو گیا؟ جبکہ حضرت امام حسن کا حضرت امیر معاویہ سے سالانہ پچاس ہزار روپیہ وصول کرنا شیعہ حضرات کی مشہور زمانہ کتاب جلاء العیون فارسی مطبوعہ ایران ص ۲۵۳ مصنف ملا باقر مجلسی میں بھی یہ حوالہ موجود ہے۔

☆ ایک اور الزامی تحقیقی جواب ☆

حضرت مائی شہر بانو مولیٰ حسین علیہ السلام کی بیوی پاک شہزادہ علی اکبر اور امام زین العابدین کی اماں جان امام باقر کی دادی جان امام جعفر صادق علیہ السلام سمیت تمام سادات کی اماں جان کا نکاح امام حسین سے صحیح تھا تو باغ فدک بھی پاک رہا۔ اور اگر بی بی شہر بانو کا نکاح مولیٰ حسین علیہ السلام سے صحیح نہ تھا تو باغ فدک کو بھی پلید ناپاک کہا جاسکتا ہے۔

مائی شہر بانو کا نکاح ہوا۔ جب وہ ایرانی فتوحات کے قیدیوں میں ایران سے مدینہ منورہ لائی گئیں۔ بی بی شہر بانو رضوان اللہ علیہا دختر یزدجر جب فاروق اعظم کے دربار میں تشریف لائیں۔ تو صحابہ کرام نے کہا دنیا کی شہزادی بی بی شہر بانو کا نکاح فاروق اعظم خلیفہ وقت کے فرماوے سے کر دیا جائے۔ فرمایا ایسا ہر گز نہیں شہزادہ دین و دنیا امام حسین علیہ السلام سے دیا کی شہزادی کا نکاح کر دیا جائے۔ تاکہ وہ دین کی شہزادی بھی بن جائے۔ لہذا باجائز فاروق اعظم حضرت عمر شہر بانو رضوان اللہ علیہا کا نکاح مولیٰ حسین علیہ السلام سے کر دیا گیا۔ جس مائی شہر بانو سے دنیائے کائنات کے اکثر و بیشتر سادات کا نسلی تعلق ہے۔

مقام نور ہے۔ کہ اگر باغ فدک پلید اور مستعمل ہو چکا تھا اور اہلبیت کے استعمال کے قابل اس لئے نہ رہا (معاذ اللہ) کہ باغ پہلے تینوں خلیفوں کے خاصانہ انتظام میں رہا تو پھر بی بی شہر بانو بھی فاروق اعظم دوسرے خلیفہ وقت کے انتظام میں تشریف لائیں اور نکاح بھی اہل بیت حضرت عمر کی اجازت سے ہوا۔ کیا بی بی شہر بانو اور سارے سادات پاک رہے؟ معلوم ہوا کہ نہ سادات پلید ہیں نہ باغ فدک ہی پلید ہوا باغ فدک مولیٰ علی و اہل بیت نے اپنی ملکیت میں اس لئے نہ لیا۔ کہ وہ اُسے وراثت یا اپنی ملکیت ہی نہ سمجھتے تھے۔ اسلامی بیت المال کی ملکیت سمجھتے تھے۔

دور حاضر کے فتنہ پرور لوگ صحابہ کرام سے عداوت رکھنے والے اور انہیں گالیاں نکالنے والے بے لگام لوگ جو اپنی محفلوں مجلسوں میں باغ فدک کا مسئلہ اس انداز سے بیان کرتے ہیں۔ اور واویلا کرتے ہیں۔ کہ اہل بیت اور مولیٰ علی و خاتون جنت کا حق صحابہ کرام نے غصب کر لیا اور پھر روتے ہیں اور رولاتے ہیں۔ یہ لوگ کتنا بڑا دھوکہ دیتے ہیں۔ یہ

ثابت کرنے کے لئے کہ ہم اہل بیت کے حقیقہً محبت و پیار کرنے والے ہیں۔ حالانکہ بنظر غار غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مولیٰ مشکل کشا بمع افراد اہل بیت بشمول متعلقہ افراد بنو ہاشم و ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کا بھی باغ فدک میں وراثت کا کوئی حق نہ تھا عقلاً و نقلاً مُسلم۔

سوال نمبر ۱۰۔ حضرت امام حسن بن علی صلوٰۃ اللہ علیہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کیا سمجھ کر اپنی خلافت کا حق اُن کے سپرد کیا؟

جواب۔ سنی، شیعہ دونوں مکاتب فکر کی مشہور معروف مستند کتابوں میں یہ واقعہ تفصیل سے موجود ہے۔ جس کا اجمالی خاکہ کچھ ایسے ہے۔ مولیٰ مشکل کشا کی شہادت پاک کے بعد خلافت کے مسئلے پر اختلاف پیدا ہوا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مطالبہ کیا کہ خلافت کا حق میرا ہے اور امام حسن بن علی علیہ السلام نے مطالبہ کیا کہ خلافت کرنے کا حق میرا ہے۔ بالا آخر طویل بحث و تمحیص کے بعد جنگ کی نوبت پیش آئی تو ایک بار پھر مصالحت کمیٹی قائم کی گئی۔ سمجھوتہ چند شرائط پر ہوا۔ کہ اگر یہ شرائط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو منظور ہوں تو امام حسن بن علی علیہ السلام اپنی خلافت کا حق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں گے ان میں چند شرائط یہ ہیں۔

۱۔ کہ حضرت امام حسن ابن علی، حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہما) کی کسی معاملے میں مخالفت نہیں کریں گے۔ بشرطیکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قرآن و سنت رسول و سیرت خلفائے راشدین کے مطابق خلافت کا کام چلائے گا۔

۲۔ بیت المال سے خلافت راشدہ کے دور کے مطابق متعلقہ حق داروں کو گزarah الا و انس دیا جائے گا اور اہل بیت میں سے متعلقہ افراد کو بیت المال سے پچاس ہزار درہم سالانہ معقول

الاعمال دیا جائے گا۔

۳۔ حضرت امیر معاویہ کے بعد خلافت کا حق اہل بیت کی طرف واپس ہوگا۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

پس آنحضرت (حسن بن علی) پر عمر خود عبداللہ بن حارث رافرت بنزد معاویہ کر محمد معاویہ پناہ از و گیر دو نامہ صلح را بنویسد۔ نامہ را چنین نوشتہ اند۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم صلح کرد حسن بن علی بن ابی طالب با معاویہ بن ابی سفیان کہ معروض او گردد بشرط آن کہ او عمل کند در میان مردم بکتاب خدا و سنت رسول خدا و سیرت خلفاء شائستہ و ہر سالہ از خراج پنجہ ہزار درہم بآن حضرت برساند (ص ۲۵۳ جلاء العیون)

۱۔ و سید مرتضیٰ روایت کردہ است چوں امام حسن با معاویہ صلح کرد شیعیان کہ بیک دیگر ہر سیدند اظہار تأسف و حسرت مینمودند و آرزوئے قتال میکردند چوں دو سال از صلح گزشت بخد مت آنحضرت آمدند سلیمان بن صرد الخزاعی بحضرت عرض کرد کہ تعجب ما بر طرف نمیشود از صلح کردن تو با معاویہ حالانکہ چھل ہزار کس از مردان کارزار با تو بودند از اہل کوفہ کہ مواجب از تو گرفتند۔ و در خانہ خود بودند علاوہ ازیں کہ لشکر ہائے ترادر بصرہ حجاز داشتی (ص ۲۶۳ جلاء العیون فارسی مطبوعہ ایران مصنف ملاں باقر مجلسی)

۲۔ پس سیدنا مولا حسن بن علی نے صلح اور تحریری معاہدہ کیلئے اپنے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن حارث کو حضرت امیر معاویہ کے پاس بھیجا۔ جس صلح نامے کی تحریر اس طرح تھی۔ کہ حسن بن علی بن ابی طالب کا معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ صلح کا معاہدہ ان شرائط پر طے پایا۔ کہ قرآن پاک اور سنت مصطفیٰ اور خلفائے راشدین شائستہ کی سیرت کے

مطابق امت کے معاملات سرانجام دیے جائیں گے۔ اور اس شرط پر کہ وہ بیت المال سے پچاس ہزار درم سالانہ مجھے بدستور دیتا رہے گا۔

(ص ۲۰۳، جلاء العیون)

سید مرتضیٰ روایت کرتے ہیں کہ جب مولائے حسن نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔ شیعہ حضرات جب آپس میں ملتے بہت افسوس کرتے اور دوبارہ لڑائی چھیڑنے کی تمنا کرتے۔ جب اس صلح کو دو سال گزر گئے تو سب شیعہ مل کر مولائے حسن بن علی کے پاس آئے سلیمان بن صرد خزاہی کہنے لگا کہ معاویہ بن ابوسفیان سے آپ کی صلح ہمارے لئے اب تک باعث تعجب و ناقابل فہم ہے۔ حالانکہ اہل کوفہ سے آپ کے تنخواہ دار چالیس ہزار سے زائد جنگی شہسواروں کا لشکر آپ کے زیر نگیں ان لشکروں کے علاوہ ہے جو بصرہ اور حجاز میں ہیں (ص ۲۶۳ جلاء العیون فارسی مطبوعہ ایران مصنف ملاں باقر مجلسی)

چنانچہ ان شرائط پر حضرت مولیٰ حسن ابن علی نے اپنی خلافت کا حق حضرت امیر معاویہ کے سپرد کر دیا۔ مصالحتی پروگرام اتفاق نہ تھا۔ بلکہ مشکوٰۃ ثبوت سے اس مصالحتی سلسلے کی غیبی اطلاع برسوں پہلے دی جا چکی تھی۔ حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

حَدِيثُ پَا ك . اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَ ابْنُ خَرِشٍ وَ ابُو دَاوُدَ وَ دَوْدُ التَّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنْ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلَهُ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَعْنِي الْحَسَنَ ه

(صفحہ ۱۹۲ الصّواعق المخرّجہ)

میں ہی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا تھا۔ کہ میرا یہ نواسہ حسن اہل بیت بہت بڑی دو مسلمان جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

مولا حسن و مولیٰ حسن بن علی کے درج ذیل نکات ظاہر و باہر ہیں۔

۱۔ مولائے حسن بن مولائے علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت امیر معاویہ سے دو سال سے زائد عرصہ تک صلح قائم رکھی۔

۲۔ پچاس ہزار سالانہ وظیفہ حضرت امیر معاویہ سے مولائے حسن ابن علی وصول کرتے رہے۔

۳۔ مولائے راشدین کی سیرت اور خلافت کو حسن ابن علی نے تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ سابقہ مولائے راشدین کی خلافت کو خلافت شائستہ قرار دیا۔

۴۔ مولائے حسن کے حمایتی تبعین شیعہ آپ کی صلح کے فیصلہ پر راضی نہ ہوئے اور نہ اسکو تسلیم کیا۔

۵۔ مولائے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدین لشکر اسلام کی گنتی چالیس ہزار سے زائد تھی۔

۶۔ مذکورہ حدیث کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر امام حسن بن علی اور امیر معاویہ (رضی اللہ عنہما) دونوں لشکروں کو (بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ) دو مسلمان جماعتیں قرار دیا۔

یہی وہ مقام تھا کہ نصف لشکر اسلام حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھا اور نصف لشکر امام حسن ابن علی کے ساتھ تھا۔ اور مولائے حسن کے قتل اور برداشت کا صدقہ اللہ تعالیٰ نے امت کو ایک بڑے خون خرابے سے محفوظ فرمالیا۔ اور اس سابقہ حدیث میں قابل غور

الفاظ یہ ہیں۔ **مِنَ الْمُسْلِمِينَ** یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں جماعتوں جماعت امیر معاویہ اور جماعت حضرت حسن بن علی کا نام مسلمان رکھا۔ باقی تمام پہلوؤں کے علاوہ صرف ایک ہی پہلو کا جائزہ لیا جائے۔ کہ حضرت امام حسن ابن علی کے اس مصالحتی اقدام میں یہ بات کھل کر سامنے آرہی ہے۔ کہ مولائے حسن ابن علی نے حضرت امیر معاویہ کو کیا سمجھ کر اپنی خلافت کا حق اُن کے سپرد کیا۔

مسلمان ایمان دار یا منافق بے ایمان؟ (الْعِيَاذُ بِاللّٰهِ) اگر حضرت امیر معاویہ کو منافق یا بے ایمان سمجھ کر اپنی خلافت کا حق اُن کے سپرد کیا۔ تو یہ امامت و عظیم منصب اہل بیت پر بہت بڑا بدنما دھبہ اور ایسا داغ ثابت ہوتا ہے۔ کہ سارے جہانوں کے سمندروں کے پانی سے بھی صاف نہیں کیا جاسکتا۔ کسی کو بے ایمان کافر سمجھ کر بھی اپنی خلافت کا حق اُس کے سپرد کر دے۔ اور وہ سپرد کرنے والا امام الانبیاء کا نواسہ ہو مولائے علی کے جگر کا پارہ ہو فاطمہ زہرا کی آنکھ کا تارہ ہو ٹوٹے دلوں کا سہارہ ہو مولائے حسن ابن علی۔ **صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ حَاشَا وَكَلَّا** ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اگر حضرت امیر معاویہ کو صحابی رسول مسلمان سمجھ کر صلح کی تو معاملہ بالکل صاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام حسن ڈر گئے تقیہ کرتے ہوئے صلح کر لی۔ اتنے بڑے اسلامی اہم منصب پر فائز ہونے اور چالیس ہزار سے زائد زیر نگیں لشکر کے باوجود تقیہ (حق بات کہنے سے ڈرتے ہوئے خاموش رہنا) کرنا کیا مطلب؟ ڈرنے کا حق تو مولا حسین کو ہو سکتا تھا کہ بہتر (۷۲) سے کچھ زائد جانثاروں پر مشتمل لشکر لئے ہزاروں کوفیوں کے مقابل تشنہ کام پیاسے کربلا کے تپتے ریگزار میں کھڑے ہیں۔ لیکن یزید سے صلح اس لئے نہیں کی کہ وہ امامت اور خلافت کے منصب کا حق دار ہی نہیں تھا۔ امام حسن پورے لشکر اسلام کا نصف

لشکر (چالیس ہزار سے زائد نفری) ساتھ لیتے ہوئے اور وہ ڈر گئے۔ یہ امام حسن پر بہت برا بہتان ہے۔ امام حسن نہ ڈرے نہ چکے بلکہ حق بات سامنے رکھ کر صلح کر لی۔ کربلا میں بھی صلح خلافت تھا۔ اور صلح مولا حسن ابن علی و حضرت امیر معاویہ کے وقت بھی یہی مسئلہ خلافت اور تلاش قاتلان عثمان پیش پیش تھا۔ یہ تاثر دینا بالکل غلط ہے کہ کربلا میں اور مسئلہ تھا۔ اور صلح مابین حضرت حسن و حضرت معاویہ میں اور مسئلہ تھا۔ حالانکہ دونوں مقام پر خلافت کا بنیادی مسئلہ موجود تھا۔ اور یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ حضرت امام حسن بن علی نے حضرت امیر معاویہ سے صلح کر کے اُن کے ایمان اور اسلام و صحابیت پر ہی مہر تصدیق ثبت نہیں کی بلکہ ادوار سابقہ خلافت راشدہ سمیت حضرت امیر معاویہ کو ملک شام میں اسلامی امارت کے عہدے پر مقرر کرنے والے تنیوں خلفاء (حضرت ابو بکر، عمر، عثمان) سمیت بقیہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حقانیت اور تمام صحابیت پر بھی ایمان کی مہر تصدیق ثبت فرمادی۔ اگر صحابہ کرام اور اہل بیت کی آپس میں لڑائیاں ہوئی یا اختلاف ہوا تو وہ اسلام، کفر کی لڑائیاں نہ تھیں۔ بلکہ ہر دو فریق کی سوچ تعمیر اسلام اور امت کی بہتری سے متعلق تھی۔ البتہ ان میں سے کسی ایک کی سوچ کا موقف غیر بہتر صورت پر مبنی ہوتا رہا۔ لیکن امت کی بہتری کے لئے ان کے اقدامات تھے نہ کہ لالچ اور ذاتی مفادات کے لئے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حضرت امام حسن بن علی نے حضرت امیر معاویہ کو ایماندار صحابی رسول سمجھ کر اپنی خلافت کا حق اُن کے سپرد کیا۔

(واللہ اعلم بالصواب)

سوال نمبر ۱۱: قرآن پاک کی کچھ آیات کا لغت (گرامر) کے لحاظ سے لفظی ترجمہ اور لفظی مفہوم پر دار و مدار رکھنا کیا واقعی ناممکن ہے؟

جواب: قرآن پاک کی کافی تعداد میں ایسی آیات کریمہ ملتی ہیں۔ جن کا لفظی ترجمہ یا اس لفظی ترجمہ کے ظاہری مفہوم پر انحصار ممکن نہیں ہے۔ قرآن پاک کے بہت سے خواہر ہیں اور بہت سے بواطن ہیں۔ ایسے نشیب و فراز کو سمجھنے کے لئے صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین میں سے ائمہ تفسیر کی اکثریتی یا اجماعی تحقیق پیش نظر نہ رکھی جائے تو قرآن پاک کے جامع و مسلم ہونے میں زبردست دشواری پیش آئے گی۔ یعنی قرآن پاک میں تضاد اور اختلاف نظر آئے گا۔ لہذا قرآن پاک کے چند الفاظ اور کچھ ایسی آیات کریمہ تحریر کی جاتی ہیں۔

جن کی ظاہری لفظی صورت حال کی بجائے تفسیری ترجمہ اور ظاہری مفہوم کی بجائے حقیقی باطنی مفہوم کو مانے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ سب سے بہترین تفسیر قرآن بالقرآن یعنی قرآن پاک کی ایک آیت کی وضاحت دوسری کسی آیت کریمہ میں مل جائے۔ احادیث کا اور مفسرین کی اتفاق رائے یا اختلاف رائے کا درجہ بعد میں ہے۔ اور جس چیز کی وضاحت قرآن پاک میں تحت اللفظ ہی کامل طریقے سے مل جائے اُس وضاحت کے مقابلے میں روایات کو ترک کیا جاسکتا ہے۔ لیکن قرآن کو شک کی نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ مثلاً شجرہ نسب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(حدیث نمبر ۴ حصہ دوم گلشن ہی گلشن رسالہ ہذا میں اس موضوع کی مکمل تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔)

۱۔ بسملہ کے لفظی ترجمہ سے کوئی معقول مفہوم برآمد نہیں ہوتا جب تک بزرگان دین یعنی ائمہ تفسیر کا دیا ہوا تفسیری ترجمہ نہیں کیا جاتا اس بات کی تفصیل اسی رسالہ کے شروع

میں ملاحظہ ہو۔

ب۔ وَلَئِنْ أَتَبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لِّمِنَ الظَّالِمِينَ (پارہ ۲ بقرہ)

ترجمہ لفظی:۔ اور اگر تو پیروی کریگا (اُن) کافروں کی خواہشات کی معلوم ہو جانے کے بعد تو آپ ظالموں سے ہو جائیں گے۔

اس لفظی ترجمہ سے ظاہری طور پر یہ بات کھل کر سامنے آرہی ہے۔ کہ کافروں کی خواہشات کی پیروی نبی کیلئے ممکن ہے۔ حالانکہ عصمت انبیاء کے سراسر خلاف ہے نبی کبھی بھی کسی کافر یا مشرک کے پیچھے نہیں چل سکتا۔ لہذا اس آیت کا تفسیری ترجمہ ہی صحیح ہو سکتا ہے۔

تفسیری ترجمہ:۔ اور اے (سننے والے) اگر تو نے (ان) کافروں کی خواہشات کی پیروی کی بعد اُس کے تجھے علم مل چکا تو اُس وقت تو ضرور ظالم ہوگا آیت کریمہ میں مخاطب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ہی نہیں بلکہ آپ سے سننے والا مراد ہے۔

ث۔ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرُورِينَ (پارہ ۹ انفال)

لفظی ترجمہ:۔ اور کافر مکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی مکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا مکر سب سے بہتر ہے۔

حالانکہ مکر فریب اور فراڈ شانِ الوہیّت کے بالکل خلاف ہے لہذا تفسیری ترجمہ ہی صحیح ہوگا تفسیری ترجمہ:۔ اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

اس قسم کے لفظی اور تفسیری ترجموں میں تمیز کرنا مقصود ہو تو کنز الایمان تفسیر نور العرفان (۱) سے لاکر ترجمہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی ملاحظہ فرمائیں

سوال نمبر ۱۲:- تمام امور دین و دنیا کی ابتداء اور انتہا کو سپرد خدا کرتے وقت ساتھ ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام پاک شامل کرنا کیا واقعی شرک ہے؟
جواب:- کسی بھی کام میں گفتگو کرتے وقت اللہ اور رسول کا اکٹھا نام لینا نہ شرک ہے نہ کفر نہ ہی کوئی قباحت ہے۔ بلکہ یہ طریقہ کلام قرآن پاک کا بھی ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی صحابہ کرام کا یہ تکیہ کلام ہوا کرتا تھا کہ اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں۔ اللہ و رسول کا بڑا احسان ہے مثلاً انداز قرآن کچھ یوں ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ ط
سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ۝

(پارہ ۱۰ اتوبہ)

ترجمہ:- اور اگر وہ منافق راضی ہو جائیں جو ان کو اللہ اور اس کے رسول نے عطا کر دیا کیا اچھا ہوتا۔ اور کہتے کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول بھی ہمیں دیتا ہے اپنے فضل سے بے شک اللہ ہی کی طرف رغبت ہے
صحابہ کرام کا تو اکثر تکیہ کلام ہی یہی ہوا کرتا تھا۔ ”اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ“۔
ایک دفعہ غزوہ حنین کی غیمتیں تقسیم فرماتے وقت نبی پاک

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے بارگاہ رسالت سے ملنے والے انعامات کے بارے میں پوچھا تو صحابہ کرام نے جواباً عرض کیا۔ اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَمَنٌ۔ اللہ اور اس کے رسول کا بڑا احسان ہے۔ یہ الفاظ مسلم شریف میں اور تفسیر خازن میں موجود ہیں۔
(مُسلّم شریف ص ۳۲۹ جلد ۱)

وال نمبر ۱۳:- کیا واقعی بارہ ربیع الاول کو مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی (معاذ اللہ) خوشی مناتے ہیں؟

جواب:- بے شک میلادِ مُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل جہان کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم اور بڑا احسان ہے ارشادِ ربّانی ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَا لَكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (پارہ ۱۱)

ترجمہ:- اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ فرمادیتے کہ اللہ جل جلالہ کا فضل اور اس کی رحمت ملنے پر چاہیے کہ لوگ خوشیاں منائیں۔ اس لئے مسلمان بارہ ربیع الاول کو میلادِ مُصْطَفٰی یعنی حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی خوشیاں مناتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۴:- کیا بارہ ربیع الاول نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا دن ہے؟
جواب:- وفاتِ نبوی کی تاریخ کے بارے میں صحابہ کرام سے چار قسم کی روایتیں منقول ہیں۔

روایت نمبر ۱:- بارہ ربیع الاول یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ اور ابن عباس کی طرف منسوب ہے۔

روایت نمبر ۲:- دس ربیع الاول یہ روایت ابن عباس کی طرف منسوب ہے۔

روایت نمبر ۳:- پندرہ ربیع الاول مروی از حضرت اسماء بنت ابی

ہر رضی اللہ عنہ۔

روایت نمبر ۴:- گیارہ رمضان المبارک اور یہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے۔

پہلی روایت کہ جس میں وفاتِ نبوی بارہ ربیع الاول بتائی گئی ہے اسکی سند میں محمد بن عمرو

اقدی ایک راوی ہے جس کے بارے میں امام اسحاق بن راہویہ امام علی بن مدینی امام ابو حاتم الرازی اور امام نسائی محدث نے متفقہ طور پر کہا ہے۔ کہ واقدی اپنی طرف سے حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا۔ امام یحییٰ بن معین نے کہا کہ واقدی ثقہ نہیں یعنی قابل اعتبار نہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ واقدی کذاب ہے۔ جو حدیثوں میں تبدیلی کر دیتا ہے۔ امام بخاری اور حاتم رازی نے کہا کہ واقدی کی حدیثیں نہ لکھی جائیں۔ عدی نے کہا واقدی کی حدیثیں تحریف سے محفوظ نہیں۔ ذہبی نے کہا واقدی کے سخت ضعیف ہونے پر ائمہ جرح و تعدیل کا اجماع ہے۔

(میزان الاعتدال ص ۴۲۵ جلد ۲)

لہذا بارہ ربیع الاول کو وفات بتانے والی روایت پائیدار اعتبار سے بالکل ساقط ہے اس قابل ہی نہیں کہ اس حدیث سے استدلال کیا جاسکے۔
روایت نمبر ۳ کی سند میں ایک راوی سیف بن عمرو ضعیف ہے۔ اور دوسرا راوی محمد بن عبداللہ ضعیف ہے۔

(تقریب التہذیب ۱۴۲-۲۰۳ و خلاصہ التذہیب ۱۶۱، ۳۵)

اور روایت نمبر ۳ اور روایت نمبر ۴ کی سند نامعلوم البتہ تاج العین ابن شہاب زہری سلیمان بن طرخان اور سعید بن ابراہیم زہری سے معتبر سندوں کے ساتھ یکم و دوم ربیع الاول وفات نبوی منقول ہے۔ حاصل یہ کہ بارہ ربیع الاول کو یوم وفات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دینا تو صحابہ کرام سے ثابت ہے اور نہ تابعین سے لہذا بعد کے مؤرخ کا بارہ ربیع الاول کو تاریخ وفات قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

مقام غور ہے کہ جب صحابہ کرام جو وفات نبوی کے چشم دید گواہ تھے اُن کے شاگرد تابعین

سے یہ اقوال ثابت نہیں تو بعد کے مؤرخ کو کس ذریعے سے یہ معلوم ہو گیا کہ وفات نبوی بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ مشہور اور مستند دیوبندی مؤرخ علامہ شبلی نعمانی نے بھی یکم ربیع الاول کو ہی یوم وفات قرار دیا۔ (سیرت النبی ۱ ج ۲) عبدالوہاب نجدی کے بیٹے عبداللہ نے آٹھویں ربیع الاول کو یوم وفات لکھا ہے)

قانون بیت و تقویم کے لحاظ سے بھی بارہ ربیع الاول کو وفات نبوی کسی طرح ممکن نہیں امام ابوالقاسم عبدالرحمن السہلی متوفی ہجری پانچ سو اکیاسی مشہور مؤرخ و محقق فرماتے ہیں

كَيْفَ مَا دَارُ الْحَالِ عَلَى هَذَا الْحَسَابِ فَلَمْ يَكُنِ الثَّانِي
عَشْرَ مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ يَوْمَ الْأَثْنَيْنِ بِوَجْهِ

(تاریخ اسلام للذہبی ص ۳۹۹)

ترجمہ:- اس حساب سے کسی طرح سے بھی بارہ ربیع الاول کا یوم وفات ہونا ثابت نہیں۔
الغرض بارہ ربیع الاول کا یوم وفات ہونا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتا عقلاً نہ نقلاً نہ روایتاً نہ درایتاً۔ لہذا بارہ ربیع الاول ہی یوم میلاد ہے۔ ولادت نبوی کی تاریخ کے بارے میں صحابہ کرام سے صرف ایک ہی صحیح روایت بارہ ربیع الاول کی منقول ہے۔ جسے حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہ الثؤنی ہجری ۲۳۵ نے سند صحیح کے ساتھ روایت فرمایا ملاحظہ ہو۔

عَنْ عَفَّانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَيْثَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُمَا
قَالَا وَلَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفِيلِ يَوْمَ الْأَثْنَيْنِ الثَّانِي عَشَرَ
مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ ۱۲

(بلوغ المانی شرح المسح ابوابی ص ۱۸۹ ج ۲ مطبوعہ بیروت۔ البدایہ والنہایہ ۲ ج ۲۶۰)

ترجمہ:- عفان سے روایت ہے کہ وہ سعید بن ینا سے روای کہ حضرت جابر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں سوموار کے روز بارہویں ربیع الاول کو ہوئی۔

سند:- اس حدیث کی سند میں پہلے راوی عفان کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ عفان ایک بلند پایہ امام ثقہ اور صاحب ضبط و اتقان ہیں۔

(خلاصہ اللہ بیب ص ۲۶۸)۔ دوسرے راوی سعید بن ینا ہیں یہ بھی ثقہ ہیں۔ خلاصہ اللہ بیب، خلاصہ التریب ص ۱۲۶)

یہ کتابیں فن اُسماء السجّال فن حدیث کی معتبر کتابیں ہیں۔ ان دو جلیل القدر اور فقیہ صحابیوں کی صحیح الاسناد روایت سے ثابت ہوا کہ بارہ ربیع الاول ہی یوم میلاد سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ لہذا بعد کے کسی مؤرخ کا قول یا ظن یا تخمین اس حدیث کے بالمقابل لائق التفات و قابل قبول ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ محدث زبیر بن بکار امام ابن عساکر امام جلال الدین ابن جوزی اور ابن الجوزی وغیرہ ہم نے بارہ ربیع الاول کے یوم میلاد ہونے پر اہل تحقیق کا اجماع نقل کیا ہے۔

(سیرت حلبیہ ص ۹۳، زرقانی علی المواہب اللدنیہ ص ۱۳۲، ج ۱۔)

اور یہی جمہور علماء اہل اسلام کا مسلک مشہور ہے۔

(البدایہ والنہایہ، ۲۶۰ ج ۲)

امام احمد قسطلانی فرماتے ہیں خدا تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے اُس شخص پر جو میلاد پاک ربیع الاول کی راتوں کو خوشیوں کی عیدیں بنالے تاکہ جس کے دل میں بغض شان رسالت کی بیماری ہے اُس کے دل پر قیامت قائم ہو جائے۔ (المواہب اللدنیہ اور زرقانی

۱۳۹ ج ۱، اور ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں۔

أَمَّا أَهْلُ مَكَّةَ يَزِيدُ إِهْتِمَامَهُمْ بِهِ عَلَى يَوْمِ الْعِيدِ.

المورد الردي مطبوعہ مکہ یعنی اہل مکہ میلاد شریف کا اہتمام عید سے بڑھ کر کرتے ہیں۔

☆ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مشاہدہ ☆

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مکہ معظمہ میں میلاد شریف کے روز مکان ولادت نبوی پر حاضر تھا اور لوگ آپ کے ان معجزات کا بیان کر رہے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یا آپ کی بعثت سے قبل ظاہر ہوئے۔ تو میں نے اچانک دیکھا کہ انوار کی بارش ہوئی تو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ انوار ان فرشتوں کے ہیں جن کو ایسی محافل پر مقرر کیا گیا ہے۔ نیز میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ اور انوار رحمت ملے ہوئے ہیں۔ (فیوض الحرمین عربی اردو ۸۰، ۸۱)

☆ مرشد اکابر دیوبند ☆

حاجی امداد اللہ مہاجر کی صاحب فرماتے ہیں کہ۔ مولد شریف تمامی اہل حرمین کرتے ہیں! س قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے۔ (شائم امدادیہ ص ۴۷)

☆ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے لخت جگر کا فتویٰ ☆

شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی رقم طراز ہیں۔ ابولہب کافر نے ولادت نبوی کی خوشی میں اپنی کنیز ثویبہ کو آزاد کیا تو اُس کافر کو قبر میں ہر سوموار یوم ولادت کو سکون بخش مشروب پینے کو ملتا ہے۔ تو اُس موحد مسلمان کا کیا حال ہوگا؟ یعنی اُسے کیا کیا نعمتیں نہ ملیں گی جو میلاد نبی کی خوشی منائے (مختصر سیرت الرسول ص ۱۳۳ شائع)

کرده حافظ عبدالغفور اہل حدیث جہلم۔ یہی مضمون بخاری شریف میں بھی بعینہ موجود ہے

☆ وفات کا غم کیوں نہیں مناتے؟ ☆

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ بارہ ربیع الاول یوم ولادت ہے نہ کہ یوم وفات اگر بالفرض یوم وفات بھی مان لیا جائے تو میلاد نبی کی خوشی اسی تاریخ کو بھی منانا جائز رہے گا۔ اور وفات کا سوگ منانا ممنوع ہی رہے گا۔ کیوں کہ نعمت کی خوشی منانا شرعاً ہمیشہ اور بار بار محبوب ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ نے نزولِ ماندہ کے دن کو اپنے اولین و آخرین کیلئے یوم عید قرار دیا تھا۔ لیکن وفات کا غم وفات سے تین روز کے بعد منانا قطعاً جائز نہیں۔ مگر افسوس کہ اسلام کے برائے نام اور قرآن و حدیث کے جھوٹے دعوے داروں میں سے کسی ایک کو اس قانون شرعی کی خبر نہیں ورنہ ایسا لغو اعتراض کرنے کی نوبت نہ آتی۔ مختلف محدثین مفسرین اور کثیر تعداد علماء کرام ایک ہی مضمون کی روایت فرماتے ہیں۔

أَمْرُنَا أَنْ لَا نُحَدِّثَ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ الْأَلْوَجِ الْحَدِيثِ
ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کسی وفات یافتہ پر تین روز بعد غم نہ منائیں مگر شوہر پر چار ماہ دس دن بیوی غم مناسکتی ہے۔

حوالہ جات۔ (بخاری شریف ص ۸۰۴ ج ۲۔ صحیح مسلم ص ۴۰۶ ج ۱ موطا امام مالک ص ۲۱۹۔ موطا امام محمد ص ۶۷)

ثابت ہوا کہ تین روز کے بعد وفات کی غمی منانا ممنوع اور حصول نعمت کی خوشی بار بار اور ہمیشہ منانا شرعاً محبوب ہے۔ اس لئے ہم بارہ ربیع الاول کو وفات کی غمی نہیں میلاد کی خوشی مناتے ہیں۔

☆ دو سے زیادہ عیدیں ☆

۱۔ عید الفطر ۲۔ عید الاضحیٰ ۳۔ عید عرفہ ۴۔ عید جمعہ

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ بھی احادیث سے کئی عیدیں ثابت ہیں۔ مثلاً یوم عرفہ کو احادیث میں عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔ اور جمعہ کے روز کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کا دن قرار دیا ہے۔ روز جمعہ کے متعلق رسول کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ هَذَا يَوْمٌ عِيدٌ جَعَلَهُ اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ

(سنن ابن ماجہ ص ۷۸)

ترجمہ:- جمعہ عید کا دن ہے اسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے عید کا دن بنایا ہے۔ جمعہ کا دن یوم میلاد حضرت آدم بھی ہے۔

اور یوم وفات بھی ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے وفات کی غمی کو نظر انداز کرتے ہوئے یوم میلاد نبی کی خوشی کو باقی رکھا اور جمعہ کے دن عید منانے کا حکم دیا ہے۔ دوپہر کے سورج کی طرح مسئلہ واضح اور روشن ہو گیا۔ کہ ایک ہی روز میں غمی یا خوشی کے اوقات جمع ہو جائیں تو غمی کی یاد تین روز کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔

اور خوشی کی یاد ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

لہذا بارہ ربیع الاول کو یوم وفات نہیں اور اگر یوم وفات بھی مان لیا جائے تو وفات کی غمی تین روز کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ اور میلاد کی خوشی قیامت تک باقی رہے گی۔

عَلَيْهِ أَلْفُ أَلْفٍ تَحِيَّةٌ وَسَلَامٌ

نکتہ

میلا دمصفوی اور توحیدی خزانے

میلا دمصفوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ کو بدعت یا شرک کہنے والے اپنا منہ سنبھالیں میلا دشریف تو اہل سنت و جماعت کو توحید کے کامل خزانے عطا فرماتا ہے۔ کیونکہ میلا دشریف کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا نہیں وہ بے مثال مخلوق ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔

سوال نمبر ۱۵۔ اُمّت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ میں دور حاضر کی بے لگام فرقہ واریت کو کم سے کم کرنے کیلئے کیا کوئی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے؟

جواب:۔ حق بات کو مٹانے کے لئے کوئی بھی رنگ اختیار کیا جائے اس کا نام فرقہ واریت یا تفرقہ بازی ہی ہو سکتا ہے۔ جن شرعی اسلامی سلسلوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی بھی مسئلہ کی تائید جس فریق کے گھر سے مل جائے تو کم از کم ایسے

مسائل میں اُس فریق کا الجھنا حق و صداقت کی علامت نہ ہے۔ جس فریق کے اپنے گھر سے متنازعہ فیہ مسئلہ کا حل مل جائے تو اُس فریق کی دیانت داری یہ ہوگی کہ ایسے مسائل کو دل سے مان لے

دور حاضر کے اختلافی شرعی مسائل میں سے کچھ مسائل کا حل پیش کیا جاتا ہے اور حل بڑے بڑے مایہ ناز اسلاف علماء دین مسلک دیوبند اور دور حاضر کے مسلک اہلحدیث کے اسلاف محققین کی ٹیجٹ تحقیق اُن کے پیروکاروں کیلئے رہنمائی بنتی ہے۔

☆ مثلاً دورِ حاضر کا اختلافی عقیدہ ☆

☆ انبیاء و اولیاء کا باخبر و با اختیار ہونا ☆

اسانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے پیارے خاص مقررین بارگاہ انبیاء و اولیاء ملائکہ کو مجازی طور پر ہمیشہ کیلئے با اختیار و با خبر اپنا نائب مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت علمیہ و تصرف میں سے جب چاہیں کسی کو عنایت کر سکتے ہیں۔ جب کسی کی امداد کرنا چاہیں بِإِذْنِ اللّٰهِ کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ قوتوں میں سے جس کو جو چاہیں عطا کر دیں دور حاضر کے اس اختلافی عقیدے کا حل عطا فرمائیں۔

علیم بابائے مسلک دیوبند اور دور حاضر مسلک اہلحدیث کے مشترکہ بانی و سالار اعلیٰ و مسلمہ پیشوا امام مایہ ناز عالم دین ہر دو مکتب مولوی شاہ اسماعیل دہلوی اسی سلسلہ میں اپنی اہم تحقیق کا معیاری حل پیش کرتے ہیں۔

ہم چہنیں اصحاب این مراتب عالیہ و ارباب این مناصب رفیعہ مازون مطلق در تصرف عالم مثال و شہادت میباشند و این کبار ولی الایدی والا بصار را میرسد کہ تمامی کلیات را بسوی خود نسبت نمایند مثلاً ایشانرا میرسد کہ بگویند کہ از عرش تا فرش سلطنت ما است ☆

(ص ۱۰۱ اصطلاح مستقیم فارسی مطبوعہ نولکشور انڈیا)

ترجمہ:۔ اس طرح ان مراتب عالیہ و مناصب رفیعہ کے صاحبان

عالم مثال (عالم آخرت) اور عالم شہادت (دنیا) میں تصرف کرنے کے مطلق مازون مجاز ہوتے ہیں۔ ان بزرگ داروں کو حق پہنچتا ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف نسبت کریں مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے۔ اس تحریر میں جن الفاظ سے

بنیادی تصفیہ کیا گیا ہے وہ چند الفاظ یہی ہیں۔ ماذونِ مطلق عالم مثال (آخرت) عالم شہادت (دنیا) ایشان را میرسد از عرش تک فرش سلطنت ماست۔

ب۔ ماذونِ مطلق (مختار عالم) کلی اختیار والے کو کہا جاتا ہے تمام کائنات کی مکمل نمائندگی اللہ والوں کیلئے ثابت بمع کلی اختیارات دین و دنیا اور اولیاء و انبیاء کو حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ یہ کہیں کہ عرش سے لیکر فرش تک ہماری سلطنت و حکومت ہے۔

☆ فرقہ واریت سوز کا ایک اور جلوہ ☆

دورین مقام بعض خلیفۃ اللہ میباشند و بعض خلیفۃ اللہ نمی باشند خلیفۃ اللہ آن کسی است کہ برائے انصرا م جمیع مہام اور مقرر کردہ مانند نائب سازند و کہ این چنین بناسند پس وی خلیفۃ نیست (ص ۱۴۳ صراط مستقیم فارسی مطبوعہ نولکشور)

ترجمہ۔ اور بعض بزرگ اس مقام میں خلیفۃ اللہ ہوتے ہیں اور بعض خلیفہ نہیں ہوتے۔ خلیفہ وہ ہے جس کو تمام مشکلات کے واسطے نائب کی مانند مقرر کریں اور جو ایسا نہیں وہ خلیفۃ اللہ نہیں قرآن حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہر نبی اور ولی خلیفۃ اللہ ہوتا ہے ولی نبی کی وساطت سے اور نبی بغیر وساطت کے اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ ہے۔

☆ فرقہ واریت سوز کا دوسرا جلوہ ☆

و حضرت مرتضیٰ شیر خدا یکنوع تفصیل بر حضرات شیخین ہم ثابت ۔

است و آن تفصیل بجہت کثرت اتباع ایشان است و وساطت مقامات ولایت سائر خدات است مثل قطبیت، و غوثیت، و ابدایت و غیرہا از عہد کرامت مہد حضرت مرتضیٰ تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشان است و در سلطنت سلاطین و امارت امراء ہم ہمہ ایشان را دخلی است کہ بر سیا چین عالم ملکوت مخفی نیست (ص ۵۸ صراط مستقیم مطبوعہ نولکشور انڈیا)

اور مولوی علی مرتضیٰ کو صدیق اکبر و فاروق اعظم پر اس لحاظ سے فضیلت حاصل ہے اور وہ فضیلت مولوی علی کے تابعین (مریدین) کی کثرت ہے۔ اور مقامات ولایت بلکہ تمام روحانی خدمات اور ان کا عمل دخل قطبیت یا غوثیت اور ابدایت جیسے مقامات کا انتظام انصرا م اور مولوی علی کے زمانہ اقدس سے لیکر اختتام دنیا تک بادشاہوں کو بادشاہی عطا کرنے میں امراء و وزراء کو حکومت عطا کرنے میں مولوی علی کو وہ دخل اور اختیار ہے۔ کہ عالم ملکوت (فرشتوں کی دنیا) کے سیاحوں سے مخفی نہیں ہے۔

مولوی شاہ اسماعیل دہلوی ایک اور جگہ رقم طراز ہے۔ کہ برائے انکشاف حالات سموات و احوالات ارواح و ملائکہ و سیر جنت و نار و اطلاع بر حقائق آن مقام و دریافت امکانہ آنجا و انکشاف امری از لوح محفوظ ذکر یا حی یا قیوم است (۱۱۳ صراط مستقیم فارسی) ترجمہ۔ تمام سانوں کے حالات کی آگاہی کیلئے تمام فرشتوں سے ملاقات کیلئے اور جنت و نار کا نظارہ کرنے کیلئے اور وہاں کے تمام حقائق سے آگاہی حاصل کرنے کیلئے وہاں عالم امر کے تمام مقامات کو دریافت کرنے کیلئے اور لوح محفوظ سے کسی بات کا پتہ چلانے کے لیے یا حی یا قیوم کا ورد کیا جائے۔ ذرا غور کیا جائے تو پتہ چل رہا ہے کہ غیبی امور کے عالم ملکوت بننے کیلئے مولوی شاہ اسماعیل دہلوی نے ایک بڑا عظیم وظیفہ بتلا دیا ہے۔ لوح محفوظ سے جو بھی چیز دیکھنا ہو جنت و دوزخ کی سیر کر کے وہاں کے حالات اور تمام امور کے حقائق معلوم کرنے ہوں تو یہ وظیفہ یا حی یا قیوم مقرر کر دیا ہے۔ یہ وظیفہ کر کے جو بھی کامیاب ہو جائے عام امتی کیوں نہ ہو علام الغیوب اور غیبی علوم پر اس کا قبضہ ہو جاتا ہے اور چاہے جو چاہے معلوم کر سکتا ہے صراط مستقیم فارسی مطبوعہ نولکشور کی کتاب کے ان چند قولوں کے بعد یقیناً یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور ولی با اختیار اور تمام علوم غیبیہ اور

علوم ظاہری کے ماہر اور مرکز ہوتے ہیں۔ لہذا نبی یا ولی کو با اختیار ماننے والے اور ان کو عالم الغیب ماننے والے اور ان کو قدرت کے خزانے بانٹنے والے اور مظلوم لوگوں کی دستگیری کرنے والے اس قسم کے عقائد رکھنے والے مسلمانوں کو کافر یا مشرک نہیں کہا جائے گا۔

اور انبیاء و اولیاء کی ذوات مقدسہ کے متعلق یہ عقائد رکھنے والے مسلمان پر کفر اور شرک کی مشین چلانا اسلام دشمنی اور فرقہ واریت ہی ہو سکتی ہے۔

اور کم از کم یہی صورت حال امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے مقرر کی جائے کہ وہ اتنی طاقت تصرف و علوم غیبیہ کے مالک ہیں۔ تو امتی آدمی کیلئے سر تسلیم خم کر دینا حقانیت کا ثبوت ہوگا۔ جب عام امتی یا حیا یا قیوم کا وظیفہ کر کے لوح محفوظ پر نظر ڈال سکتا ہے۔ تو اولیاء و انبیاء اس لوح محفوظ پر نظر کیوں نہیں ڈال سکتے؟ جس لوح محفوظ کو قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے۔

﴿قرآن پاک کی تصدیق کے مطابق ماضی، حال، مستقبل کے تمام حالات لوح محفوظ میں مذکور و مذکور ہیں﴾

لَا رَظَبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (پارہ ۷)

ہر چیز لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے قلم سے لکھوا دی ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا ہوگی کہ کتاب مبین سے مراد قرآن پاک بھی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک نے خود ثبوت پیش کیا ہے

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (پ ۶)

اور دونوں کتاب مبین میں ماضی اور حال اور مستقبل کے تمام حالات محفوظ و مذکور ہیں (زندگی موت کا علم، حالات برزخ، حشر و نشر، قیامت کا علم، تندرستی اور بیماری کا علم اور مداوی

ماضی اور حال اور مستقبل کے حالات لوح محفوظ میں موجود ہیں اور قرآن پاک میں بھی قرآن پاک کی تصدیق کے مطابق مذکور ہیں۔ تو انبیاء و اولیاء و ملائکہ پر کس اصول کے تحت اللہ کی لگائی جائے گی؟ کہ لوح محفوظ سے تقدیریں دیکھنے کے اہل نہیں ہیں۔ قرآن پاک گواہ ہے۔ کہ فرشتوں کی وہ جماعتیں جو سلطنت البیہ ارض و سما سمیت ساری کائنات کا انتظام چلاتی ہیں۔ ان کے حسن انتظام کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دو جگہ قسم اٹھائی

فَالْمُقَسَّمَاتِ أَمْرًا (پ ۲۶)

اللہ تعالیٰ کے خزانوں کو تقسیم کرنے والی جماعتوں کی قسم۔ فَاَلْمُدْبِرَاتِ أَمْرًا (پارہ ۳۰، سورہ نازعات) اللہ تعالیٰ کی حکومت کے امور کو مدبرانہ انداز میں چلانے والی جماعتوں کی قسم۔ یہ بات بھی روز روشن سے زیادہ واضح ہو گئی کہ لوح محفوظ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی مفاد کیلئے اور اپنی یادداشت کو قائم رکھنے کے لئے پیدا نہیں کیا اور یہ لوح محفوظ جو مخلوق ہے خالق کو اس کا آسرا کیا ہو سکتا ہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللَّهِ اللہ تعالیٰ اور اس کی داشت لوح محفوظ کی محتاج نہیں ہو سکتی۔ یہ لوح محفوظ انبیاء و اولیاء و ملائکہ کی سہولت کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ وہ لوح محفوظ سے دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے نظام کائنات چلائیں۔

امام مولوی شاہ اسماعیل دہلوی کی تعریف میں مولوی مودودی صاحب اپنی کتاب تجدید و اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور جہاں جہاں ان کے اثرات پہنچ سکے۔ وہاں زندگیوں میں ایسا زبردست انقلاب رونما ہوا کہ صحابہ کرام کے دور کی یاد تازہ ہو گئی۔

(تجدید و احیائے دین ص ۱۱۵ مؤلف مولوی محمد مودودی)

﴿عظیم بابائے مکتب دیوبند﴾

اب ذرا ایک نظر مسلک دیوبند اور اس کی تمام ذیلی تنظیموں جماعت اسلامی سپاہ صحابہ جمہوریہ طلبہ مرکز الدعوة الارشاد اور ان کی جہادی تنظیموں سمیت تمام مسالک دیوبند کے امام و مرشد و امام اعظم سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی طرف۔

یہ شخصیت بھی کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے۔ مسالک دیوبند کے مایہ ناز امام اس شخصیت کے مریدین اور خلیفے اور شاگرد ہیں۔ مثلاً مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مولانا محمود الحسن صدر مدرسہ دیوبند مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند مولانا حافظ محمد ضامن وغیرہ چوٹی کے علمائے دیوبند حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے مرید اور خلیفے ہیں۔ اس مرشد مسلک دیوبند کی جو باتیں اور شرعی فیصلے آئندہ مذکور عبارات میں ظاہر باہر ہیں ان کو مان لینا اور ایسے عقائد رکھنے والوں سے اتفاق رائے کرنا ایمان کی علامت ہوگی۔ تاکہ فرقہ واریت کم سے کم ہو کر رہ جائے

☆ چند نمونے بطور مُشتے از خروارے ☆

نمبر ۱:- جو شخص سوتے وقت الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھے اور دائیں کروٹ لیٹے لیٹے ایک ہزار مرتبہ یا رسول اللہ کا لفظ ورد کرے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی۔

(صفحہ ۱۵-۴۵ کلیات امدادیہ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

نمبر ۲:- دوسری جگہ حضور ﷺ سے فریاد کرتے ہوئے استمدادی کلمات یوں ادا کیے ہیں

اگر چہ نیک یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں

تم اب چاہو ہنسنا یا رولا یا رسول اللہ

ہزار امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں

بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

ہنسنا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر

میری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ

(ص ۲۰۵ کلیات امدادیہ)

اتھرہ۔ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنے کی خوب وضاحت ہوگئی۔ الحمد للہ

☆ کلیات امدادیہ کتاب کی اہمیت ☆

جسٹس تقی عثمانی کے بھائی رضی عثمانی مفتی محمد شفیع دیوبندی خلیفہ مولوی اشرف علی تھانوی کے لڑکے اپنے مطبع دارالاشاعت کراچی سے یہ کتاب بار بار چھپوا رہے ہیں۔ شام امدادیہ کتاب تصنیف مولانا اشرف تھانوی میں مہاجر کی پیر و مرشد مسلک دیوبند کا نام امداد حسین لکھا گیا ہے

امداد حسین مہاجر کی ایک اور جگہ رقم طراز ہیں۔

دور کردل سے حجاب جھل وغفلت میرے رب

کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے اب

ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے

(ص ۱۰۳ کلیات امدادیہ)

ایک نظر بر حکیم الامتہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی۔

دارالعلوم دیوبند کے انتظامی سلسلہ میں اختلاف پیدا ہوا تو مولوی قاسم نانوتوی (پیر

بھائی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب) جو فوت ہو چکے تھے اپنی قبر سے نکل کر مدرسہ میں

آئے اور مولانا محمود الحسن کو ضروری ہدایت دے کر واپس قبر میں چلے گئے۔

(ص ۲۲۲ حکایات اولیاء (ارواحِ ثلاثہ) مطبوعہ دارالاشاعت کراچی تصنیف مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی)

نمبر ۲:- حافظ محمد ضامن (پیر بھائی مولوی اشرف علی تھانوی) نے اپنی قبر سے آواز دے کر فاتحہ پڑھنے والے کو کہا کہ جاؤ کسی مردہ کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھ۔ (ص ۱۸۸ حکایات اولیاء تصنیف مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

نمبر ۳:- شاہ عبدالرحیم ولایتی کے ایک مرید تھے جن کا نام عبداللہ خاں تھا اور قوم کے راجپوت تھے۔ حضرت کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ اور ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کہ گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا تو آپ فرما دیا کرتے تھے۔ کہ تیرے گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا ہوگا۔ اور جو آپ بتلا دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔

(ص ۱۵۰ حکایات اولیاء تصنیف مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی)

نمبر ۴:- مولوی یعقوب نانوتوی دیوبندی کی قبر کی مٹی بخار سے شفا دیتی تھی موکی بخار کے زمانہ میں لوگ نانوتوی صاحب کی قبر کی مٹی لے جا کر پانی میں حل کر کے مریضوں کو پلاتے تو بخار دور ہو جاتا تھا۔ نانوتوی صاحب کے بیٹے روزانہ قبر کی مٹی کی کمی کو دور کرنے کے لئے سر پر ٹوکریاں اٹھا کر مٹی لے جا کر قبر پر ڈال دیتے۔ ایک دفعہ پریشان ہو کر بیٹوں نے قبر پر کھڑے ہو کر اپنے باپ نانوتوی سے مخاطب ہو کر کہا اب کہ اگر تمہاری قبر کی مٹی سے کسی کو بخار سے شفا ہوئی تو ہم قبر پر مٹی نہیں ڈالیں گے یوں ہی پڑے رہیو۔ چنانچہ اس کے بعد کسی کو بھی (مولوی یعقوب نانوتوی کی) قبر کی مٹی استعمال کرنے سے بخار سے شفا نہ ملی (ص ۲۹۴ حکایات اولیاء)

نمبر ۵:- مولانا اشرف علی تھانوی مفسر قرآن کتب دیوبند اپنی مشہور کتاب نشر الطیب میں لکھتے ہیں۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا بَابَكَ لِي

مِنْ غَمَامِ الْغُومِ مُلتَحِدِي

میں ہوں بس اور آپ کا دریا رسول اللہ

ابر غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

يَا شَفِيعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِي

أَنْتَ فِي الْأَضْطِرَارِ مُعْتَمِدِي

دشگیری کیجئے میرے نبی

کشتش میں تم ہی ہو میرے نبی

(نشر الطیب ص ۱۹۴ مطبوعہ تاج کمپنی ۱۹۸۰ء)

﴿ضروری تنبیہ﴾

مسلم دیوبند دور حاضر کے متعصب لوگوں نے اس کتاب نشر الطیب سے یہ قصیدہ ختم کر دیا ہے۔ کہ کہیں ہمارا اہل سنت و جماعت بریلوی مسلک سے اتفاق نہ ہو جائے۔

نمبر ۶:- مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنی کتاب جمال الاولیاء مطبوعہ بلال گنج لاہور

میں حاضر و ناظر کا مسئلہ یوں بیان فرماتے ہیں۔ محمد حضری مجذوب نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوئے تھے۔

(ص ۸۸ جمال الاولیاء (بلا تبصرہ) فاعتر وایا اولی الابصار)

اسی طرح مکتب دیوبند کے مایہ ناز عالم دین صدر دیوبند مولوی محمود الحسن کی طرف ایک نظر کہ وہ اپنے پیر و مرشد کی وفات حسرت آیات پر کیا کہہ گئے۔ بطور تعزیت مرثیہ لکھا جس کا نام بھی مرثیہ گنگوہی پاک و ہند کا مطبوعہ ہر طرح دستیاب ہے۔ مولانا محمود الحسن مترجم و مفسر قرآن خلیفہ اعظم مولانا رشید احمد گنگوہی اپنے ہی پیر مولانا رشید احمد گنگوہی کی شان میں یوں قصیدہ خوان ہیں۔

نہ زکا پر نہ زکا پر نہ زکا پر نہ زکا

اُس کا حکم تھا سیف قضاے ہرم

مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا

اُس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

(ص ۲۳ مرثیہ گنگوہی)

حوالہ دین و دنیا کے کہاں لے جائیں یا رب

گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

(ص ۷ مرثیہ گنگوہی)

☆ دور حاضر کا مسلک اہل حدیث اور دوہرا معیار ☆

اسی طرح دور حاضر کے مسلک اہل حدیث کے علماء کی کرامتیں اُن کی اپنی زبانی۔

مولوی عبد المجید سوہدروی سیالکوٹی اہلحدیث اور مولوی ابراہیم میرا اہلحدیث سیالکوٹی دونوں نے اپنے مکتب کے چیدہ چیدہ برگزیدہ علماء کی کرامتیں اکٹھی کر کے کرامات اہل حدیث نام رکھ کر ایک کتابچہ چھپوایا جس میں سے چند نمونے قارئین کی نظر۔
نمبر ۱: مولوی غلام رسول قلعوی جو کہ نذیر حسین دہلوی اہل حدیث کا شاگرد سید احمد بریلوی اہلحدیث کا مرید مولوی عبداللہ غزنوی اہلحدیث کا مصاحب خاص تھا ان کی حجامت حجام کر رہا تھا۔ حجامت کرتے کرتے اُس نے یہ شکایت کی کہ حضور میرا بیٹا کئی سال سے غائب ہے۔ جس کا ہمیں کوئی پتہ نہیں کہ کہاں ہے زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ بس ایک ہی بیٹا تھا اُس کی فکر میں ہم تو مرے جا رہے ہیں۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا میاں وہ تو آپ کے گھر بیٹھا ہے اور وہ روٹی کھا رہا ہے۔ جاؤ پیشک جا کر دیکھ لو حجام گھر گیا تو سچ بچ بیٹا آیا ہوا تھا۔ اور کھانا کھا رہا تھا بیٹے سے ماجرا پوچھا تو اُس نے کہا کہ ابھی ابھی میں سکھر سندھ میں تھا معلوم نہیں مجھے کیا ہوا اور کیونکر آنکھ جھپکنے میں یہاں پہنچ گیا۔

(ص ۱۲ کرامات اہلحدیث مصنف مولوی ابراہیم سیالکوٹی و عبد المجید سوہدروی اہلحدیث)
نمبر ۲: فضل دین نمبردار سکنہ مان ضلع گوجرانوالہ بیان کرتا ہے۔ کہ میرے پاس ایک بوڑھی بیہنس تھی۔ جس سے ہم مایوس ہو چکے تھے کہ اب وہ گاہن نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہے۔ میں نے مولوی غلام رسول قلعوی سے عرض کیا کہ

دعا کریں کہ خدا کوئی دودھ گھی کا انتظام کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری وہی بھینس گا بھن ہو چکی ہے۔ اور عنقریب بچہ دینے والی ہے وہ مدت تک دودھ دیتی رہے گی۔ تم فکر نہ کرو فضل دین کا بیان ہے کہ بچہ مچ تھوڑے ہی دنوں میں وہ بھینس دودھ دینے لگی تقریباً گیارہ دفعہ اُس کے بعد سوئی (بچہ دیا) مدت دراز تک دودھ دیتی رہی۔

(ص ۱۳ کرامات الہدیث مصنف مولوی ابراہیم میر اہل حدیث و مولوی عبد المجید سوہدروی سیالکوٹی مطبوعہ اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ)

نمبر ۳:- اب دیکھئے ذرا قیصر قصر اہل حدیث دورِ حاضر کی شان:-

امیر حبیب اللہ خاں شاہ کابل کے پیر ضیاء معصوم صاحب پٹیالہ تشریف لائے۔ تو انھوں نے سر ہند جانے کے لئے قاضی سلیمان منصور پوری الہدیث کو اپنے ساتھ لیا۔ حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لئے بیٹھے تو قاضی سلیمان نے دل میں کہا کہ شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو ان سے الگ ہو جانا چاہیے۔ ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال لے کر اٹھے ہی تھے۔ کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا سلیمان بیٹھے رہو۔ ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے۔ صوفی حبیب الرحمن صاحب کا بیان ہے کہ قاضی سلیمان منصور پوری نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے۔

(ص ۱۹ کرامات الہدیث مصنف مولوی ابراہیم میر الہدیث و مولوی عبد المجید سوہدروی سیالکوٹی اہل حدیث مطبوعہ اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ)

☆ ان تینوں کرامتوں میں واضح امور درج ذیل ہیں ☆

۱:- غیر اللہ سے مدد مانگنا۔ تقریباً دو ہزار میل دور تک گمشدہ کو آنکھ جھپکنے سے پہلے حاضر

کرنا۔ علم غیب پر مکمل قبضہ۔ کسی کی زندگی یا موت کا علم۔ بڑھاپے سے واپس جوانی شباب عطا کرنا۔ بغیر وسائل اور بغیر زر کے مادہ کا بچہ دینا اولاد دینا اور گیارہ سال جوانی دوبارہ بحال کرنا۔ بزرگوں کے مزاروں پر حاضری دینا۔ پس مرگ اولیاء اللہ کو زندہ ماننا۔ مرنے کے بعد کسی کو صاحب اختیار ماننا۔ بیداری میں اولیاء اللہ کا بعد از وفات جسد عنصری سمیت ملاقات کرنا۔ کسی کو تندرستی عطا کرنا وغیرہ

قارئین غور کیجئے! اب ضد کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اس حقیقت کے عیان ہو جانے کے بعد کہ اسلاف علماء دیوبند و اکابر علماء مسلک الہدیث نے دورِ حاضر میں کافی حد تک فرقہ واریت کو کم کرنے کے لئے جو مثبت انداز میں حقائق و عقائد پیش کئے ہیں۔ ان حقائق و عقائد کے برخلاف چلنا صاف گمراہی اور فرقہ واریت ہی ہو سکتی ہے۔ اور ان ہندو والہ جات میں جو نظریات مذکور ہیں وہ بعینہ اہلسنت و جماعت بریلوی مسلک میں بھی جات اور ظاہر و باہر ہیں۔ لہذا فرقہ واریت کی بے لگام افرا تفری کی الجھن کو کم سے کم کرنے کیلئے الجھن کا ایک یہ بہترین طریقہ پیش خدمت ہوا۔ جو کہ اسلاف علماء دیوبند و اسلاف اکابر علماء مسلک اہل حدیث دورِ حاضر کی مثبت تحقیق کا حوالہ جات مذکورہ کے پیش نظر ایک معقول انداز ہے۔

اب ایسے لوگ خدا را ضد نہ کریں اور فرقہ واریت سے باز آجائیں اگر ایسی صورت حال رہی تو پھر یہی کچھ ہوگا۔

ایسی ضد کا کیا ٹھکانہ دین حق پہچان کر

ہم ہوئے مسلم تو وہ مسلم ہی کافر ہو گئے۔

سوال نمبر ۱۶:- ایک سو چودہ سورتوں والا قرآن پاک جو اُمّت محمدیہ علیہا
 اَلْفُ اَلْفِ تَحِيَّۃً کے پاس اب موجود ہے۔ کیا یہی اصل اور پورا قرآن ہے؟
 جواب:- ایک سو چودہ سورتوں والا عربی زبان میں اُمّت محمدیہ علیہا اَلْفُ
 اَلْفِ تَحِيَّۃً کے پاس موجود قرآن ہی اصل اور پورا قرآن ہے۔ عہد حاضر کے بعض بد
 قسمت لوگ اس کلام اللہ (قرآن مجید) کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن
 پاک نے اپنی ہی مثال اہمیت خود بیان فرمادی ہے۔

وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيزٌ لَا يٰتِيهِ الْبٰطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ
 تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (پارہ ۲۵)

ترجمہ:- اور یہ کتاب عزت اور غلبہ والی ہے۔ اس کے آگے اور اس کے پیچھے سے کسی قسم کا
 جھوٹ نہیں آسکتا۔ صفتوں والے دانا کی طرف سے اتاری گئی ہے۔

ایک حدیث پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن
 پاک کی ایک تعارفی صورت بیان فرمائی ہے۔

تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ كُنْ تَصِلُوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهَمَّا كِتَابُ اللّٰهِ وَ
 عِتْرَتِيْ۔

ترجمہ:- تم میں دو عظیم نعمتیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو
 گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب قرآن پاک اور میری آل۔

یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ جو قرآن کو شک کی نظر سے دیکھے گا۔ وہ آل رسول کا
 ماننے والا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جو آل رسول کا دشمن و منکر ہو وہ قرآن کا بھی منکر ہے۔ قرآن
 پاک کی جن آیات کریمہ میں صحابہ کرام خلفاء راشدین و آژواجِ مطہرات کے ایمان

و ایمان و جنتی ہونے کا ذکر ہے۔ اُن آیات کے پیش نظر جو مسلمان نبی پاک کی پاک
 بیویوں بالخصوص سیدہ عائشہ صدیقہ بختِ صدیق و نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ
 بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر بن خطاب و حضرت عثمان و حضرت علی بن ابی
 طالب سے عداوت رکھنے والا ہو وہ اُن آیات قرآنی کا منکر ہے۔ اور قرآن کا منکر مسلمان
 نہیں ہو سکتا۔ جو اہل بیت کی محبت کا دم بھرے اور قرآن میں بیان کی گئی صحابہ کرام کی
 صفات و ذوات سے عداوت رکھے وہ اہل بیت کا بھی منکر ہے۔ اور قرآن کا بھی منکر ہے۔
 مثلاً قرآن پاک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سے زائد صلیبیوں کا ذکر کیا
 ہے۔ جو نبی پاک کی چار بیٹیوں کا منکر ہے۔ وہ قرآن پاک کا بھی منکر ہے۔ جیسا کہ قرآن
 پاک میں پارہ نمبر ۲۲ رکوع ۵ میں موجود ہے۔

بِ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنَاتِكَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُذْنِبْنَ
 عَلَيِهِنَّ مِّنْ جَلٰلِیْسِهِنَّ (پ ۲۲ ع ۵)

ترجمہ:- اے غیب کی خبر دینے والے اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور تمام ایمان والوں کی
 عورتوں کو حکم دے دو کہ پردہ کیا کریں۔ اس آیت کریمہ میں لفظ بَنَاتُكَ سے ثابت
 ہے۔ کہ بنات لفظ جمع ہے! یعنی کئی صاحبزادیاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سے
 زائد صاحبزادیوں کا ثبوت قرآن پاک نے لفظی طور پر فراہم کر دیا۔ جیسا کہ مکتبہ شیعہ کی
 فقہر کتاب اصول کافی میں اور اہل سنت و جماعت کی حدیث کی کتابوں میں بھی نبی
 پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صلیبی نسل صاحبزادیوں کا ذکر موجود ہے۔ اور قرآن پاک
 میں ہی حضرت عائشہ صدیقہ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہَا کے ایمان اور پاک دامنی کا
 بعد اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ کہ اُن کے ایمان اور پاک دامنی میں کوئی شک نہیں

جیسا کہ سورہ نور کے رکوع نمبر ۲ سے لیکر بالخصوص آخر تک موجود ہے۔ اور صحابہ کرام کے ایمان اور فضل و کمال کے متعلق پ ۱۱ ع ۲ شروع رکوع میں وَالشُّبُّونَ الْآلَاؤُونَ مِّنَ الْفُجَّارِ جَرِيْنٌ وَلَا نَصْرَ لِمَن ذَكَرَ مَوْجُوْد ہے لہذا صحابہ کرام اور ازواجِ پاک اُنھماٹ المؤمنین کے ساتھ دشمنی رکھتے ہوئے جو مسلمان یہ دعویٰ کرے کہ میں قرآن کا ماننے والا محبِ اہل بیت ہوں تو وہ قرآن کا منکر ہوا۔ ایسے ہی جو بھی مسلمان قرآن پاک کے متعلق کسی قسم کا شک کرے تو وہ قرآن کو ماننے والا نہیں۔ اس موضوع کی مزید معلومات کیلئے اصلاحی سوال نمبر ۸ ملاحظہ فرمائیے۔

سوال نمبر ۱: مُرْتَدَّ کافر کو اپنا امام ماننے والے کو کیا مسلمان ہی کہیں گے؟

جواب: مُرْتَدَّ کافر اُس انسان کو کہا جاتا ہے جو ایک مرتبہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو کر دین اسلام کے لازمی اصولوں میں سے کسی ایک کا منکر ہو جائے یا دین کے سب اصولوں کا منکر ہو جائے۔ مرتد کافر کو اپنا امام بنانے والا مسلمان کم از کم یہ نظریہ تو ضرور رکھے گا۔ کہ وہ مسلمان ہے۔ اور یہ بات شرعی اسلامی بلکہ عالمی طور پر مُسَلَّم ہے۔ کہ کافر کو دیدہ و دانستہ مسلمان کہنے والا خود بھی کافر ہو جاتا ہے۔ ظاہری دنیاوی طور پر بھی یہ حقیقت مُسَلَّم ہے۔ کہ حکومتِ وقت کے ایک قانون کا منکر سب قوانین کا باغی قرار دیا جاتا ہے۔ ایسے ہی اسلام کے کسی ایک قانون کا منکر اسلام کے سارے اصولوں اور قوانین کا منکر ہے۔

دور حاضر میں نام نہاد اسلامی فرقے اکثر ایسے ہی مرض کا شکار ہیں۔ بعض اللہ تعالیٰ کو مجبور مانتے ہیں۔ (جبری قدری وغیرہ) صحابہ کرام پر بعض گستاخ صحابہ لعنت بھیجنے والے قرآن کے منکر بعض اولیاء کرام و اہلبیت کے منکر۔ ان سب غلیظ اور گندے عقیدوں سے پاک تو صرف اہلسنت و جماعت بریلوی مسلک ہی ہے۔

دور حاضر میں غلام احمد مرزا کو نبی ماننے والے احمدی یا قادیانی یا مرزائی ایک ہی چیز ہیں۔ ایسے مرزائی لوگوں کی ہی مثال لیجئے کہ وہ ہمارے سادہ لوح سنیوں کو اور غلام احمد مرزائی ماننے کے لیے یہ دھوکا دیتے ہیں۔ کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی کب مانتے ہیں؟ ہم تو اُس کو امام مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ اُن کا صریحاً فریب اور مکاری ہے۔ غلام احمد نبوت کا دعویٰ کرنے سے مرتد کافر ٹھہرا اور تادمِ آخر اسی دعویٰ پر ڈٹا رہا۔ ایسے مرتد کو جب امام مان لیا جائے گا۔ تو مسلمان مان لیا جائے گا۔ اور مرتد کافر کو مسلمان مان لینے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مجرم، چور، ڈاکو، قاتل، بے ایمان آدمی کا یقین ہو جانے کے بعد اُسے ایک اور ایمان دار مسلمان مانا جائے تو ایسا کہنے والا خود بد عنوان، بے ایمان ٹھہرے گا۔ حالانکہ دورِ حاضر کے گمراہ فرقے فکر و عمل کے اکثر صحیح بنیادی عقائد کے حامل ہیں۔ لیکن اصول دین میں سے ایک یا دو اسلامی بنیادی قوانین کے منکر ہیں۔ اس لیے ایسے فرقوں والے گمراہ مرتد ٹھہرے۔ جیسا کہ غلام احمد مرزا قادیانی نے اپنے ٹھوٹے، کذاب و دجال ہونے کا ایسا ایک تحریری ثبوت اپنی تصانیف میں

شائع کیا۔ کہ میں مسیح ابن مریم بھی ہوں امام مہدی بھی ہوں، محمد بن عبد اللہ بھی ہوں اور غلام احمد مرزا بھی ہوں مسیح ابن مریم سیدنا عیسیٰ رُوحُ اللہِ عَلَیْ نَبِیْنَا وَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کالقب ہے جو کے ملتِ نصرانیت کے مالک تھے۔ اور ان کا باپ نہیں تھا اور صرف ماں (سیدہ مریم) ہی سے اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے اپنی قدرت سے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

امام مہدی..... نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ عالی کے مطابق آلِ رسول سے قیامت کے نزدیک ایک امام ہوگا۔ جس کا نام محمد بن عبد اللہ ہوگا اور ان ہی کی امامت میں

سیدنا مسیح ابن مریم آسمانوں سے ملک شام میں دمشق کے شرقی منار پر اتریں گے۔ اور اس مذہب اسلام کے قوانین کے مطابق امتی کی حیثیت سے احکامات نافذ فرمائیں گے۔

غلام احمد مرزا قادیانی یہ وہ شخص ہے جس نے ۱۴۰۰ھ کے آغاز میں نبی ہونے کا جھوٹا دعوہ کیا۔ حالانکہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک اور سنت و اجماع امت کے فیصلے کے مطابق آخری نبی ہیں۔ قرآن نے آپ کو خاتم النبیین کے لقب سے نوازا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگر کوئی سابقہ انبیاء میں سے تشریف لائے گا تو وہ نبی بن کر کسی اور ملت کا حامل ہو کر نہیں بلکہ امتی بن کر اسی شریعت محمدیہ کی خدمت کیلئے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا جو بھی میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا کذاب و دجال ہوگا اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلام کے ایک قانون ختم نبوت کو توڑا۔ اس ایک شرعی قانون کا منکر ہوا تو مرتد کافر ٹھہرا۔ حالانکہ مرزائی یہی قرآن پاک، یہی کلمہ توحید، یہی اذان و تکبیر اور یہی نماز پڑھتے ہیں۔ ایسے ہی سال بعد رمضان المبارک کے روزے بھی رکھتے ہیں۔ لیکن اسکے باوجود مرتد کافر اس لئے ٹھہرے۔ کہ انہوں نے اسلام کے تمام قوانین میں سے ایک قانون ختم نبوت کا انکار کیا۔ مرزا غلام احمد کے کذاب و دجال ہونے کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ اُس نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ میں غلام احمد ولد غلام قادر بیگ۔ غلام احمد بھی ہوں عیسیٰ ابن مریم بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ امام

مہدی بھی ہوں یہ کتنا بڑا جھوٹ کا غلیظ اور گندادعویٰ ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ کہ ایک ہی شخص ایک وقت غلام احمد ولد غلام قادر بیگ بھی ہو عیسیٰ ابن مریم بھی ہو اور محمد بن عبد اللہ امام مہدی بھی ہو۔ شریعت مطہرہ میں مرزائی یا کسی بھی مرتد کافر کے بارے یہ حکم ہے۔ کہ ایک شخص کو کہیں بھی قتل کر دیا جائے اس کا خون معاف ہے۔ اُس کا مال لوٹ لیا جائے تو ہالہ ہے۔ اسی طرح دور حاضر کے دیگر فرقے جو اپنے خیال کے مطابق خود کو اسلام کے صحیح مظہر دار سمجھے بیٹھے ہیں۔۔۔ حالانکہ انھیں فرقوں میں سے بعض مقام مصطفیٰ کے منکر اور نظام مصطفیٰ کے علمبردار۔ اور بعض اہل بیت کے جعلی عقیدت مند اور قرآن کے منکر بضمن ہدایت صحابہ کرام۔ اور بعض اولیاء کرام کے منکر ہیں۔ چنانچہ دور حاضر کے ایسے فرقوں کے حلق قحقی رائے قائم کرنا ہر صحیح العقیدہ سنی مسلمان کا اپنا اخلاقی لازمی فریضہ ہے۔ اور ہر مسلم اسلام کے ایک قانون (ختم نبوت) کی منکر مرزائیت کا نقشہ سامنے رکھ کر دوسرے باطل جھوٹے فرقوں کو یقین سے پہچاننا اور سمجھنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

غلام احمد جو مسلمان کسی کافر یا مرتد کو جان بوجھ کر مسلمان کہے یا مانے وہ مسلمان خود کافر ہو گا۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال نمبر ۱۸:- کیا اسلام کی تمام فکری و نظری حدود میں سیکولر ازم کا کوئی بنیادی یا اضافی عمل دخل متصور ہو سکتا ہے؟

جواب:- اسلام کے اندر کچھ ایسے مسلمان متعدد مقامات پر نظر آتے رہتے ہیں جن کا اسلام سے متعلق یہ نظریہ ہے۔ کہ اسلام میں کسی قسم کی بندش و قید نہیں۔ مسلمان جو جی چاہے کر گزرے کوئی قباحت نہیں۔ ایسے لوگ زیادہ تر اسلام کے اصولوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ مغربی دنیاوی اسکولوں کی تعلیم سے تو خوب آراستہ ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام کے بنیادی فکری و عملی ضابطوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو آپ سیکولر مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ کہ فرائض اسلام میں سے جو طبیعت نے چاہا کر لیا اور جو طبیعت نے نہ چاہا اُسے یوں کہہ کر رد کر دیا۔ جی یہ مولویوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ اسلام میں اتنی پابندی کہاں ہے؟ دراصل اسلام کے ضابطوں سے بے خبر لوگ یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ انہوں نے تعلیمی سلسلے میں جو عمر کا حصہ صرف کیا وہ تو اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں گزاردیا۔ لیکن بعد میں شخصی رسمی سی ڈیکیتی نو سر بازی، کرنے والوں کی سی داڑھی رکھ کر یا اس کے بغیر ہی علماء کے پیچھے پڑ گیا۔ اور اسلام کی بیخ کنی کرنے میں اُسے خوب مزہ آنے لگا۔ ایسے مصنوعی سیکولر بے علم مولوی کثرت سے معرض وجود میں آرہے ہیں۔ چونکہ اسکولوں کی کلاس اول سے لیکر اعلیٰ سے اعلیٰ یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کے حصول تک ان لوگوں کو سوائے چند اسلامی معلومات کے کچھ خبر نہیں دی جاتی۔ سرکاری اداروں کے سند یافتہ افراد میں سے بہت کم حضرات ماہر اصول شریعت ہوتے ہیں۔ ورنہ اکثر و بیشتر اصول قرآن۔ اصول حدیث۔ اصول فقہ کی چند چیزوں کے علاوہ کچھ معلومات نہیں رکھتے تو اپنی عقل استعمال کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فرائض اسلام میں کانٹا چھانٹا شروع کر دیتے

ہیں۔ جب علماء حق ایسی بے بنیاد غیر اسلامی افکار و اعمال کا تعاقب کرتے ہیں۔ تو وہ اسلام کے حق کے درپے آزار ہو کر ان کی کردار گشی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ایسی باتوں کا لرشپ پر قبضہ جمانے والے ماڈرن فیشن پرست مولوی اکثر حکومت وقت یا امیر کھانوں کے پٹھو اور ان کے نمک خوار ہوتے ہیں۔ جو کے بغیر کسی اہلیت کے بلے بلے اور منصب پرستی کے متلاشی ہوتے ہیں۔ ہر دور میں ایسے حکومتی پروانے کثیر تعداد میں مل جاتے ہیں۔ نماز کی بات سامنے آئی تو کہہ گزرے کیا اللہ تعالیٰ ہماری نمازوں کا محتاج ہے؟ زکوٰۃ کی بات آئی تو کہہ گزرے کیا اللہ تعالیٰ غریب ہے؟ اُسے ہمارے پیسوں کی کیا ضرورت ہے؟ جتنا ہو سکے خیرات کر دو مزید کسی پابندی کی کوئی گنجائش نہیں پردے کی بات آئی تو کہہ گزرے ارے دل کا پردہ ہونا چاہیے۔ اور جسم کو ڈھانپنے کی کیا ضرورت؟ اس لئے ایسی باتیں کرنے والے سیکولر مولوی اسلام کے دشمن ہیں۔

☆ خلاصہ ☆

اسلام میں فرائض، واجبات، اخلاقیات کی حدیں مقرر ہیں۔ اسلام کے اندر اس قسم کے سیکولر ازم کا اسلام کی فکری و نظری حدود میں کوئی تصور نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۹:- دورِ حاضر اور خواتین میں پردے کی بنیادی حدود کیسے قائم رکھی جاسکتی ہیں؟

جواب:- عصرِ حاضر کی خواتین ہوں یا پہلے ادوارِ دنیا کی۔ معاشرے میں عورتوں اور مردوں کے درمیان معاصرین دانا لوگ ممکنہ حد تک ایسی حدود متعین کرتے ہیں۔ جن کی وجہ سے اوارہ جنسی، رجمان کے نقصان سے مرد و زن محفوظ رہتے ہیں۔ اور تو والد و تناسل میں نہایت متوازن اندازِ حیات قائم رہتا ہے۔ قرآن پاک میں اس اُمتِ مسلمہ کی بناتِ آدم تمام عورتوں کیلئے معاشرے اور پردے کا جو توازن قائم کیا گیا ہے۔ وہ سابقہ اُمتوں کے ضابطہ ہائے حیات سے افادیت میں کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ بلکہ کہیں زیادہ معقول اور سکون بخش ہے۔ قرآن پاک ہر انسان کیلئے ضابطہ حیات ہونے کے حوالے سے جہاں عورتوں کے ہر قسم کے لازمی و اختیاری حقوق بیان کرتا ہے۔ وہاں عورت کی عزت و محفوظ رکھنے کیلئے بنیادی اور لازمی قوانین بھی بیان کرتا ہے۔ جس سے ہر ماں، بیٹی، بہن، خالہ، پھوپھی کی عصمت کو کامل تحفظ ملتا ہے۔۔۔ وہ ہے شرعی پردے کا قانون۔

☆ پردہ اور قرآن پاک ☆

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ
عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيشِهِنَّ ذَلِكَ آدْنَى أَنْ يُعْرِفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ

(پارہ ۲۲، احزاب ۴ع)

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ
أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ - وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ
يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ
زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى خُيُوبِهِنَّ

وَلَا بُدَّ لَكُمْ فِيهَا مِنْ أَكْثَرِ زَيْتُونَةٍ أَوْ نَخْلَةٍ تَلْبَسُونَ فِيهَا أَكْثَرَ ثِيَابِكُمْ ۖ وَلَا تَخِفْكُمْ فِيهَا فِي يَوْمٍ ذُو عِلَّةٍ
الزيتون..... الخ (پارہ ۱۸، ۱۰۱ع النور)

اے غیب کی خبر دینے والے اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور تمام ایمان والوں کی طرف سے اس کا حکم دیتے ہیں یہ اس لئے کہ ان کی پہچان نہ ہو سکے گی تو ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

(سورة احزاب ركوع ۴)

جس نے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان والوں کو حکم دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اور شرم گاہیں محفوظ رکھیں۔ یہ ایمان والوں کیلئے بہت بہتر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے باخبر ہے۔ اور ایمان والی عورتوں کو حکم دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہیں محفوظ رکھیں۔ اور سوائے ہاتھ اور پاؤں کے اپنے جسم کو ننگا نہ رکھیں۔ اور اپنے سر ہاڑوں سے ڈھانپنے رکھیں۔ اور اپنے خاوند، باپ، بیٹے، سگے بھائی، سگے بھتیجے، سگے بھانجے، اپنے خاوند کے سگے بیٹے۔ یا ان مردوں کی بیویوں اور نابالغ لڑکوں (جو میاں و بیوی کے جنسی امور سے واقف نہ ہوں) کے علاوہ کسی کے سامنے اپنی خوب صورتی ظاہر نہ کریں۔

(سورۃ النور، ۱۰، ۱۱)

تکلفی کی معتدل فضا میں جن مرد و زن کو پردے کی ضرورت نہیں ان افراد کی شریعت
مطرحہ میں قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت کر دی گئی ہے۔ زندگی کے کسی بھی مرحلے
میں جن مردوں کے ساتھ عورت کی شادی نہیں ہو سکتی۔ ایسے تمام مردوں سے پردہ ضروری
نہیں۔ لیکن احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ کیونکہ شیطان تو باپ، بیٹے
چچا، ماموں تک کسی کو بھی کسی بھی وقت ورغلا کر تباہ کر سکتا ہے۔ غیر ضروری بے تکلفی

کسی بھی وقت تباہ کن ہو سکتی ہے۔ خواہ عورت کا بیٹا یا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اخبارات، اشتہارات کے ذریعے وقتاً فوقتاً ایسے نتیجے منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔

ان مذکورہ افراد کے علاوہ بھی ایسے مواقع ہیں۔ جہاں عورت کو شدید پردے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً ہر قسم کے خسرے اور آوارہ عورتوں سے بھی پردہ ضروری ہے۔ اسلئے کہ یہ خسرے اور غنڈی بازی آوارہ عورتیں شریف عورتوں کی خوبصورتی اور محاسن باہر جا کر عیاشی برسرِ آدمیوں سے بیان کرتی ہیں نتیجہً شریف عورتوں کے خلاف ایسے غنڈے عیاں درپے آزار اور عصمت دری کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اور شرعی پردہ کی خلاف ورزی کا نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ عزت اور عصمت دونوں کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ عورتوں پر شرعی پردہ فرض ہونے کی وجہ **ذَلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرِفْنَ فَلَا يُؤْذِيْنَ** یعنی غیر محرم افراد سے اور غیر ضروری بے تکلفی سے عورتیں جتنی گمنامی کے دائرہ میں رہیں گی۔ اتنی ہی ان کی عزت و عصمت محفوظ رہے گی۔ یہ پابندی صرف انسانی غیرت اور بنیادی اخلاق کے تحفظ کیلئے ہے۔ زمن رسالت میں بڑی بڑی کھلی چادریں ہوا کرتی تھیں۔ اس کے بعد مختلف تبدیلیاں بھی ہوئیں۔ عصر حاضر میں ٹوپی نما بُرقع اور ترکی بُرقع اور صرف بڑی چادر اور نقاب والی چادر اور صرف رومالی اور صرف آنکھوں کی جالی قسم کے برقعے کارفرما ہیں۔

قرآن پاک نے پردے کی غرض و غایت تو **ذَلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرِفْنَ فَلَا يُؤْذِيْنَ** سے یہ بیان کی ہے کہ غلط نظروں کو اٹھنے کا موقع نہ ملنے پائے۔ پردے کا اندازِ جاذبیت نواز ہر صورت بے پردہ ہونے سے بدتر ہے۔ اور دوسرا مقصد عورت کی پہچان نہ کی جاسکے۔ باپردہ ہوتے ہوئے بھی اس ارادہ سے عورت باہر نکلے کہ عام لوگوں کیلئے ان کی آنکھوں اور دلوں کا سرمایہ عیش و سکون بنوں تو ایسی

عورت پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور انبیاء کی اس وقت تک لعنتیں پڑتی رہتی ہیں۔ جب تک وہ عورت واپس اپنے گھر نہیں پہنچ جاتی۔

☆ نکتہ ☆

گھر حیات ہی جنسیت پرست اوباش افراد نے اگر چس لیا۔ اب والدین اُس لڑکی کو کون سے مقام پر فائز کرنا چاہیں گے۔ جبکہ اس سلسلہ طویل سے آنے والی قوم کا نسلی قومی الطاق کا معیار کیا ہوگا؟ دورِ حاضر اور عورت کے درمیان پردے کی بنیادی حدود اس طرح قائم رہ سکتی ہیں۔ کہ عورتوں کے تجارتی اور شاپنگ سنٹر اور تعلیمی ادارے اور دیگر ملازمت کے سلسلے غیر محرم آدمیوں سے الگ رہیں ورنہ دیکھا جا رہا ہے۔ کہ بے تکلفی اور بے پردگی کی فضا کون کون سے تحفے پیش کر رہی ہے۔ خواہ علاج معالجہ کے ادارے ہوں یا کاروباری ادارے یا تعلیمی کسی بھی میدان میں بے تکلفی اور بے پردگی کی فضا قائم ہو تو شریف ترین لڑکیوں اور عورتوں میں سے چند خوش قسمت ہی اپنی عزت اور عصمت محفوظ لیکر واپس آتی ہیں۔ ورنہ اکثر لڑکیاں اور عورتیں آوارہ منش ملازم طبقے کی جنسی پیاس کی نظر ہو جاتی ہیں

سوال نمبر ۲۰:- کیا حرامی بھی بچ بولتے ہیں۔ کیا قرآن و حدیث پڑھ کر سنانے والا بھی گستاخ رسول ہو سکتا ہے؟

جواب:- حرامی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ تنخی ۲۔ پیوندی۔ تنخی تو ہر صورت بے اصل ہی ہے۔ لیکن پیوندی حرامی اس کو کہتے ہیں جس کے نسلی تولیدی مراحل تو اپنی حدود میں مقید رہے ہوں۔

لیکن بعد میں وہ حرام زادوں کی وضع، قطع، نشت و برخاست، رفتار اور رفتار کو اپنی زندگی کا جزو لا ینفک بنالے ایسے آدمی کو بھی حرامی ہی کہا جاتا ہے

مثلاً کوئی آدمی اپنے والد سے کہہ دے او میری ماں کے خصم۔ یا اپنی والدہ سے کہہ دے۔ او میرے باپ کی زن (بڑھی)۔ دیکھنے کو تو یہ دونوں باتیں صحیح اور سچی ہیں۔ لیکن ایسا آدمی جو یہ الفاظ اپنے باپ سے کہہ دے یا اپنی ماں سے مذکورہ الفاظ کہہ دے تو باپ بھی فوراً اور ماں بھی ایسی بات پر فوراً بول اٹھیں گے۔ او حرام زادے (حرامی) حالانکہ وہ بالکل صحیح بول رہا ہے کہ اُس کی ماں اُس کے باپ کی بیوی (زن) ہی ہے اور اس کا باپ اس کی ماں کا خصم یعنی مالک ہی ہے۔ لیکن اُس کو حرامی کا تمنہ ملے گا۔ اس لئے کہ اُس نے اپنی ماں اور باپ کے شایان شان اعلیٰ ادبی انداز اور الفاظ چھوڑ کر نہایت گھٹیا درجے کے الفاظ اور انداز اختیار کیا۔ اسی لئے بے ادب انسان معراج انسانیت کے کسی بھی درجہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ بہت سے حرامی سچی باتیں بتا کر قتل و غارت تک کی فضا قائم کر دیتے ہیں۔ اور ایسے ہی بعض قرآن و حدیث صحیح سنانے والے ایمان کی دولت غارت کر دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حرامی بچ بھی بولتے ہیں۔

ایسے ہی بہت سے فرقہ واریت نواز مولوی، غیر معقول۔ کالرشپ حاصل کرنے والے اور

بڑے بڑے فاضل، گولڈ میڈلیسٹ، اسلامیات کے درسی فنون کے ماہر قرآن کی آیات پڑھ کر اور سیر حاصل احادیث سنا کر وعظ کرتے ہیں۔ اور باتیں اکثر صحیح ہوتی ہیں۔ لیکن انداز ہیاں ادب اور اصلاح اُمت اور مقام مصطفیٰ کی عظمت سے دل خالی ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ گستاخ ہی ہیں۔ اور قرآن پاک نے ایسے گستاخ اور بالخصوص گستاخ رسول کو بڑی خصوصیت سے حرامی قرار دیا ہے۔

مَنْ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٌ (پارہ ۲۹) یعنی نبی پاک کا گستاخ حرامی ہے۔

سوال نمبر ۲۱:- کیا ہر مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے؟

جواب:- قرآن پاک نے مساجد کی دو اقسام بیان کی ہیں۔ (۱) مسجد تقویٰ یا مسجد رضوان۔ (۲) مسجد ضرار یا مسجد کفر۔

جس مسجد میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور رضائے الہی کی تلاش میں تعمیری سوچ رکھنے والے یا دالہ عبادت ریاضت میں مصروف مقام مصطفیٰ کی عظمت کے گرویدہ ہوں۔ ہر ایسی مسجد کا نام مسجد تقویٰ ہے۔ جس مسجد میں تخریبی انداز فکر رکھنے والے فرقہ پرست اسلام کے کسی ایک رکن کے منکر یا اس رکن کے ساتھ عداوت رکھنے والے نظام مصطفیٰ کے علمبردار اور مقام مصطفیٰ کے منکر عبادت گزار ہوں۔ وہ مسجد تباہی کا گڑھا، خباثت نواز، اللہ و رسول کے دشمنوں کا مورچہ، دوزخ کا آتشکدہ اور شیطان کا گھر ہے۔ اللہ کا گھر نہیں۔ یہ تقسیم قرآن پاک نے کچھ اس طرح بیان فرمائی ہے۔ قولہ تعالیٰ:-

۱۔ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا

بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَرْصَادَ الْأَمْنِ حَارَبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيُخْلِفَنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔

۲:- لَمْسَجِدْ "أُسِّسْ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ۝

۳:- أَفَمَنْ أُسِّسَ بُنْيَانُهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمَّنْ أُسِّسَ بُنْيَانُهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ-

(پ ۱۱ رکوع ۲)

ترجمہ آیت نمبر ۱:- اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کو فروغ دینے اور ایمان والوں میں پھوٹ ڈالنے اور اللہ اس کے رسول کے اگلے پچھلے سارے دشمنوں کو ذریعہ بطور مہر چہ فراہم کرنے کے لیے مسجد ضرار تعمیر کی۔ اور تم کھارہے ہیں کہ ہمارا ارادہ نیک تھا۔ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسی مسجد میں تشریف نہ لے جائیے۔

ترجمہ آیت نمبر ۲:- اور وہ مسجد (قبا) کی پہلے دن سے ہی تقویٰ کی نیت پر بنیاد رکھی گئی ایسی مساجد میں آپ ضرور تشریف لیجائیے۔ ایسی مساجد میں طہارت اور پاکیزگی پسند آدمی ہیں اور اللہ طہارت پسند آدمیوں سے پیار کرتا ہے۔

ترجمہ آیت نمبر ۳:- کیا جس نے خوف خدا اور رضائے الہی کی نیت سے مسجد کی بنیاد رکھی وہ اللہ جلّ مجدہ کا گھر ہے؟ یا وہ شخص جس نے کسی خطرناک تباہ کن گڑھے کے کنارے ایسی مسجد کی بنیاد رکھی جو سیدھی جہنم میں جا گرے۔ اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو راہ نہیں

یہ تینوں آیات مقدمہ تحت اللفظ واضح مفہوم بیان فرما رہی ہیں۔ کہ کسی وضاحت کی ضرورت نہ ہے۔ البتہ بعض نہایت سلید ذہن مسلمان ایسے حقائق کو کسی نہ کسی حد تک سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ان آیات سے اظہر من الشمس یہ بات واضح ہے۔ کہ مسجد دو قسم کی ہے۔ ایک مسجد اللہ اور اس کے رسول کے ماننے والوں کی جس کا نام قرآن پاک نے مسجد تقویٰ اور مسجد رضوان رکھا۔ اور دوسری قسم مسجد کی جس کا نام قرآن نے مسجد کفر اور مسجد ضرار رکھا۔ جو کہ اللہ و رسول کے دشمنوں کی ہے۔ اب دور حاضر کے مسلمان خود مشاہدہ فرما کر ان آیتوں کی مصداق مساجد کو معلوم کر سکتے ہیں۔ جن مساجد میں منیٰ اور طریقی طرز عمل کے آدمی شیطانیات کے فروغ کیلئے ایمان والوں میں پھوٹ ڈالنے کیلئے عبادت گزاری کر رہے ہوں۔ وہ تمام مساجد مسجد ضرار کے حکم میں ہیں۔ اور جن مساجد میں مثبت تعمیری طرز فکر و عمل اور انسانیت سازی پر مبنی حق پرستی کے فروغ کیلئے عبادت گزار انسان موجود ہوں ان مساجد کا حکم مسجد تقویٰ و مسجد رضوان کا ہے۔

توحید و رسالت اور نبوت کے منصب کی شناخت و محبت۔ اور ہر لحاظ سے قرآن پر مکمل ایمان اور اہل بیت کرام و صحابہ کرام و اولیاء کرام کی عظمت و فیضان پر ایمان تمام اصول دین کے بارے میں مثبت و تعمیری طرز فکر و عمل ہو تب حق پرستی کی کامل علامت ہوگی۔ ورنہ ان مذکورہ اصول دین و دوسرے تمام غیر مذکورہ اصول دین میں سے کسی ایک قانون کے منکر یا گستاخ تمام قوانین شرع و دساتیر اسلامیہ کے منکر ہی ہوں گے۔ خواہ وہ دین اسلام کے دوسرے باقی تمام قوانین کے ماننے والے ہی کیوں نہ ہوں۔ ایک قانون کا منکر سب قوانین کا منکر سمجھا جاتا ہے۔ اور اقوام عالم کا یہی متفقہ فیصلہ ہے۔ اور یہ حق پرستی دور حاضر میں مسلک حق اہل سنت و جماعت میں ہی ہے۔ اور ان کی مساجد مسجد تقویٰ و مسجد

رضوان کے حکم میں ہے۔ اور دوسرے تمام غلط فرقوں کی مساجد مسجد ضرار۔ مسجد کفر۔ مسجد فتنہ کے حکم میں ہے۔

﴿ان آیات کریمہ کا شان نزول﴾

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد رسالت میں موجود تمام منافقوں کے بارے میں یہ آیات کریمہ نازل کی گئیں۔ لیکن کلام اللہ قرآن پاک کے دستور کے مطابق بالخصوص شرعی احکام والی اکثر آیات کا شان نزول خاص اور حکم تاقیامت عام ہوا کرتا ہے۔ احادیث و تفاسیر کی کتب میں یہ بات مذکور و مذکور ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسجد ضرار کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اس کو آگ لگانے کا حکم دیا۔ جو فرقہ واریت کو پروان چڑھانے اور اسلام کی بیخ کنی کیلئے بنائی گئی تھی۔ وہ منافقوں کی یہی مذکورہ مسجد، مسجد ضرار ہی تھی۔

﴿غزوہ تبوک و بنائے مسجد ضرار﴾

ہجری نبوی ۹ میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بنفس نفیس روم کی وسیع و عریض سلطنت کے زیر اثر علاقوں میں صحابہ کرام کے ساتھ جو کفر و اسلام کی جنگ لڑی اس جنگ کا نام غزوہ تبوک ہے۔ اس غزوہ کی تیاری سے پہلے ہی جن سرکردہ منافقین نے مدینہ شریف میں مسجد قبا کے مقابلے میں ایک مسجد تعمیر کرنے کا منصوبہ تیار کر رکھا تھا۔ وہ بارہ آدمی تھے۔

(۱) خزام بن خالد (اسی منافق نے مسجد ضرار کیلئے اپنے گھر کا کچھ حصہ وقف کر رکھا تھا اور یہیں مسجد ضرار تعمیر کی گئی۔) (۲) ثعلبہ بن حاطب (۳) متعب بن قشیر (۴) ابو حبیبہ بن ازعر (۵) عباد بن حنیف (۶) جاریہ بن عامر (۷) مجمع

بن جاریہ (۸) زید بن جاریہ (۹) نبتل بن حارث (۱۰) بخارج (۱۱) بجاد بن عثمان (۱۲) و ذیعبہ بن ثابت۔

جنگ تبوک سے قبل ان منافقوں نے بڑے بڑے معذرت بھرے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ ہمارے محلے کو مسجد قبا زور پڑتی ہے۔ گرمی سردی بارش میں ہمیں دشواریاں پیش آتی ہیں۔ ہم اپنے محلے میں ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں۔ آپ بھی وہاں تشریف لائیے گا برکت کے لیے دعا ہوگی۔ غازیان اسلام صحابہ کرام کی غزوہ تبوک پر روانگی کے بعد راستے ہی سے منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول اپنے ہمراہ تین صد منافقوں کو لشکر اسلام سے ہٹا کر واپس لے آیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کی کامیابی کے بعد واپسی پر اللہ جل مجدہ کے حکم کے مطابق منافقوں کی نمائی ہوئی مسجد ضرار کو بنیادوں سے اکھیڑ کر آگ لگانے کا حکم دے دیا۔ جب کہ اس وقت کچھ منافق مسجد کے اندر موجود تھے۔ چند صحابہ کرام نے فوراً وہاں پہنچ کر اندر بیٹھے ہوئے منافقوں سمیت مسجد کو آگ لگا دی۔ اور مسجد کے اندر بیٹھے منافقوں نے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں۔ بعد میں مسمار کر کے بنیادوں کو اکھیڑ کر اینٹ سے اینٹ بجادی۔ قریب کھڑے منافقین قسمیں اٹھا اٹھا کر کہہ رہے تھے۔ **إِن أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَى** ہمارا ارادہ یک تھا آپ نے کیا کیا؟ ایسے منافقین کی گنتی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تین صد کے لگ بھگ تھی۔

ان آیات کریمہ سے بڑے بڑے مفہوم ظاہر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) مسجد کتنی بھی بڑی خوبصورت محراب اور مینار والی ہو جب وہ اسلام دشمنی فرقہ واریت کو پروان چڑھانے کیلئے بنائی گئی ہو وہ مسجد ہندوؤں کے مندر اور سکھوں کے گر جا گھروں

سے بدتر اور زیادہ خطرناک ہے۔ یہ فیصلہ مذکورہ سابقہ آیات کے ان الفاظ سے ثابت

(كُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِزْوَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ)

اس لیے بھی کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو بلاوجہ شرعی آگ سے جلانے کی اجازت ہے اور مسجد ضرار اتنی خطرناک ثابت ہوئی کہ یہ مسجد ضرار اور اس جیسی تمام مساجد کو جلانا اور اکھیڑنا ضروری قرار پایا۔ ان آیات میں مسجد ضرار کی خواہش قرآن پاک میں کن حوالوں سے بیان ہوئی۔

(مَسْجِدَ أَضْرًا) نقصان دینے والی مسجد (وَكُفْرًا) اور کفر کو فروغ دینے والی مسجد (وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ) اور ایمان والوں میں پھوٹ ڈالنے والی مسجد (وَإِزْوَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ) اللہ جلّ مجتہد اور اُس کے رسول کے اگلے پچھلے سارے دشمنوں کا ڈیرہ بطور مورچہ (عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَا) تباہی کا گڑھا خواہش نواز

(فَأَنهَارَهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ) جہنم کے آتشکدہ کا ایندھن۔

نکتہ

دور حاضر کے کچھ سیکولر فرسودہ ذہن مسلمان یہ کہتے سنے جائیں گے۔ کہ وہ منافق لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے بعد تک مر گئے تھے۔ لہذا اب کوئی منافق نہیں۔ حالانکہ یہ بات حماقت سے بھی کہیں آگے متجاوز ہے۔ اس لیے کہ تین طاقتیں تو آغاز تخلیق سے لیکر قیامت تک موجود رہیں گی۔ جن کا انکار ممکن ہی نہیں۔ اس کی نشاندہی سورہ بقرہ کے پہلے دو کوعوں میں کھلے الفاظ میں بیان کر دی گئی ہے۔ اگر بالفرض یہ بات قطعی طور پر مان لی جائے کہ منافقت تھی ختم ہوگئی۔ تو ایسے ہی پھر یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ

مکر تھا لیکن ختم ہو گیا۔ یقیناً یہ بات مُسَلَّم رہے گی۔ کہ یہ تینوں شعبے (ایمان، نفاق، مکر) اب بھی کام کر رہے ہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ ان تینوں شعبوں میں سے شعبہ نفاق سے بعض مساجد کا گہرا تعلق ہے۔ ان تینوں شعبوں میں سے خطرناک شعبہ نفاق کے پروانے گستاخ لوگوں نے اسلام کے اندر اُدھم مچا رکھا ہے۔ کہ بات بات پر مسلمانوں کو بدعتی یا مشرک کہنا اُن کی فطرت ہی میں چکی ہے۔ دراصل ایسے گستاخ لوگوں کی قسمت میں ہے ہی نہیں کہ وہ توحید اور شرک ملت اور بدعت، تعظیم اور عبادت کے درمیان فرق کو سمجھ سکیں۔

حدیث رسول کریم ﷺ کے مطابق توحید اور شرک کی پہلی بنیادی پہچان تو یہ تھی کہ آدمی بت خانہ مندر یا گوردوارے کے اندر بھی موجود ہو اور اُس کا عقیدہ ٹھوس ہو ہی رہے کہ اللہ جلّ مجتہد کی ذات کے علاوہ اور کوئی بھی خدا یا اس کا شریک نہیں ہو سکتا اور حاضر وقت کے مامور مجاز پیغمبر کی شریعت کو مکمل طور پر تسلیم کرتا ہو تو ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جاسکتا بلکہ ایسے شخص کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ لیکن ایسا ہی ٹھوس صحیح عقیدہ رکھنے والے اصل دربار ولی پر کھڑے حاضری دینے والے فاتحہ خوانی کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی عطا اور اجازت سے صاحب دربار کو مشکل کشا حاجت روا ماننے والے کو شریعت کے کس کلیے کے مطابق مشرک یا کافر کہا جائے گا۔ البتہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ یہ شخص خدا ہے یا اُس کا حصہ دار یا اللہ تعالیٰ کو اس کی محبت میں یا اس کے خوف سے آنے والے حاضری دینے والے کی حاجت روائی مجبوراً کرنی پڑتی ہے تو ایسا شخص واقعی ایمان دار نہیں۔ لہذا توحید اور شرک میں فرق معلوم کرنا مسلمانی کا بنیادی حق ہے۔

بروز قیامت اللہ تعالیٰ کی اجازت سے انبیاء و اولیاء کرام لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرمائیں گے۔ اور اللہ جل مجدہ کے ولی اور نبی غیر اللہ نہیں ٹھہریں گے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے انبیاء و اولیاء اگر لوگوں کی مشکل کشائی فرمائیں تو غیر اللہ کیوں ٹھہریں اور شریعت کے کس گلیے کے تحت یہ شرک ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے انبیاء و اولیاء کرام دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مشکل کشاء رہے ہیں۔

تعظیم اور عبادت:

ہر عبادت تعظیم ہے۔ اور ہر تعظیم عبادت نہیں ہے۔ تعظیم اور عبادت کا حکم صادر کرنے کے لیے نیت لازمی شرط ہے ورنہ نہ تعظیم کا تصور نہ عبادت کا وجود والدین کے قدموں کو اور استاد و مرشد کے قدموں و آستانہ ہائے مزارات انبیاء و اولیاء کو جھک کر یا بیٹھ کر یا زانو چومنے کا نام عبادت نہیں اسے تعظیم ہی کہا جائے گا۔ بلا ارادہ و نیت خواہ سجدہ کی شکل ہی بنتی ہو اسے سجدہ تعظیمی یا سجدہ عبادت ہرگز نہیں کہا جائے گا۔ البتہ تعظیم جھکنے کی حد تک اور آستانہ کو اور بزرگوں کے قدموں کو چومنے کی حد تک ہی رہے گی۔

ہم ادیان سابقہ میں کچھ ایسی چیزیں بھی موجود تھیں جو اسلام کے اندر ممنوع ہیں جن میں سے سجدہ تعظیم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کو عبادت کی نیت سے سجدہ نہ جائے تو شرک ہے سجدہ عبادت کرنے والا اور کروانے والا دونوں مشرک ایمان سے خالی ہو گئے۔ سجدہ تعظیم کرنے والا اور کروانے والے کا ایمان تو خارج نہیں ہوگا۔ البتہ سخت گناہ کبیرہ کے مجرم قرار پائیں گے۔

☆ سنت اور بدعت: اس کی تفصیل اسی کتاب کے حصہ نمبر 2 کے دیباچہ میں ملا خط

﴿لُبُّ لُبَابٍ﴾

یہ لگا کہ دور حاضر کی تمام مساجد اللہ کا گھر نہیں ہیں۔ ان میں سے بڑی تعداد میں مساجد موجود ہیں۔ جن کے نام قرآن پاک میں مسجد ضرار، مسجد کفر، مسجد جہنم رکھ دیئے گئے ہیں۔ لہذا ایسی مساجد میں نماز یا عبادت کرنا قہر خداوندی کو لاکارنے کے مترادف ہے اور ان تخریبی مساجد خباثت کے اڈوں میں چندہ دینا سخت حرام ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

﴿ختم شد﴾